وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے ، سمجھے!

جلد 10	شمارہ 01	ربیع الثانی 1437ھ	جنوری 2016ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت : مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین و گرافکس : جواد عمر

قانونی مشاورت :

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرِ تعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرِ تعاون: اندرونِ ملک 400 روپے، قیمت فی شمارہ 40 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَآلَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	اقبال کا انسانِ کامل	مولانا صلاح الدین	10
5	ایک امریکی مسلمان کی کہانی	طارق مہنا	15
6	جوناگڑھ پر بھارتی تسلط 68 سال	رابعہ عظمت	23
7	جسٹس رانا بھگوان داس بھگوانؔ	سیّد بلال احمد بخاری	32
8	اُمت مسلمہ پنجہ یہود میں،.......	عبدالرشید ارشد	37
9	حالیہ مغربی تہذیب اور انگریزی زبان 2	انجینئر مختار فاروقی	47
10	انجمن کی سالانہ رپورٹ 2015ء	عبدالمجید کھوکھر ناظم اعلیٰ	53
11	یہ بنگلہ دیش ہے:.......	محمد منظور انور	59
12	آئینۂ حکمت بالغہ 2015ء	ثاقب نذر	62
13	حکمت بالغہ کا شمارہ دسمبر 15ء میری نظر میں	عبدالرشید ارشد	

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ الفجر آیات 30 ، رکوع 1

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فَاَمَّا الۡاِنۡسَانُ اِذَا مَا ابۡتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكۡرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ

مگر انسان (عجیب مخلوق ہے کہ) جب اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے

کہ اسے عزت دیتا اور نعمت بخشتا ہے

فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَكۡرَمَنِ ؈

تو کہتا ہے کہ (آہا) میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی

وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابۡتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيۡهِ رِزۡقَهٗ فَيَقُوۡلُ رَبِّىۡۤ اَهَانَنِ ؈

اور جب (دوسری طرح) آزماتا ہے کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے

تو کہتا ہے کہ (ہائے) میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کیا

كَلَّا بَل لَّا تُكۡرِمُوۡنَ الۡيَتِيۡمَ ؈ وَلَا تَحٰٓضُّوۡنَ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِ ؈

نہیں بلکہ تم یتیم کی خاطر نہیں کرتے اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو

وَتَاۡكُلُوۡنَ التُّرَاثَ اَكۡلًا لَّـمًّا ؈

اور میراث کے مال کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا O

اور مال کو بہت ہی عزیز رکھتے ہو

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا O

تو جب زمین کی ناہمواری کوٹ کوٹ کر برابر کردی جائے گی

وَّجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا O

اور تمہارا پروردگار جلوہ فرما ہوگا اور فرشتے صف درصف (آ موجود ہوں گے)

وَ جِايْٓءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ

اور دوزخ اس دن سامنے لائی جائے گی

يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى O

تو انسان اس دن متنبہ ہوگا مگر (اب) چیتا کرنے سے اسے (فائدہ) کہاں؟

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ O

کہے گا، کاش میں نے اپنی (جاودانی) زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ O وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ O

تو اس دن وہ (اللہ) ایسا عذاب دے گا جیسا کسی اور نے عذاب نہیں دیا ہوگا

اور نہ کوئی ویسا جکڑتا ہے جیسے وہ (اللہ) جکڑے گا

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ O

(تو جو کوئی نعمتوں اور مال کی فراوانی یا تنگی وعسرت کے حالات میں اس کو آزمائش سمجھ کر مطمئن رہتا ہے اُسے اللہ فرمائے گا)

اے اطمینان یافتہ جان!

ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً O

اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی

فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ O وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ O

تو میرے (ممتاز) بندوں میں شامل ہوجا اور میری بہشت میں داخل ہوجا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

اَللّٰھُمَّ أَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَ أَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِی زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ: لِمَ یَارَسُولَ اللّٰہِ؟ قَالَ: اِنَّھُمْ یَدْخُلُونَ الْجَنَّۃَ قَبْلَ أَغْنِیَائِھِمْ بِأَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا، یَاعَائِشَۃُ لَا تَرُدِّی الْمِسْکِیْنَ وَلَوْبِشِقِّ تَمْرَۃٍ، یَاعَائِشَۃُ أَحِبِّی الْمَسَاکِیْنَ وَقَرِّبِیْھِمْ فَاِنَّ اللّٰہَ یُقَرِّبُكِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (ترمذی عن انس رضی اللہ عنہ)

اے اللہ! مجھے زندہ رکھ مسکینی کی حالت میں اور مجھے موت دے مسکینی کی حالت میں اور قیامت کے دن میرا حشر کر مسکینوں کی جماعت کے ساتھ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس دعا مانگنے کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ اپنے مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! کسی مسکین کو (خالی ہاتھ) واپس نہ کر چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دو۔ اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کر اور انھیں اپنے قریب کر کیونکہ قیامت کے دن اللہ تجھے اپنا قرب نصیب کرے گا۔

حرف آرزو

انجینئر مختار فاروقی

1 16 دِسمبر

16 دسمبر صدیوں سے ہر سال آتا ہے اور گزر جاتا ہے ہمارے ملک کے نونہالوں کے سامنے 16 دسمبر 2014ء کو آرمی پبلک سکول پشاور میں دہشت گردی کا جوروح فرسا واقعہ رونما ہوا وہی حالیہ 16 دسمبر کو نگاہوں کے سامنے گھوم گیا اور پوری قوم چترال سے کراچی تک دہشت گردی کے خلاف یک زبان اور متحد نظر آئی۔ ساٹھ سال کی عمر کے لوگوں کے ذہنوں میں سانحۂ پشاور کے ساتھ ساتھ 43 سال پہلے (1971ء میں) آنے والے 16 دسمبر کے دلخراش واقعات بھی تازہ ہو گئے۔

ہماری دو نسلیں جوان ہو کر میدانِ عمل میں آ گئیں جو جانتی ہی نہیں کہ 16 دسمبر 1971ء سے پہلے پاکستان دو حصوں پر مشتمل تھا ایک مغربی پاکستان جو اب 'پاکستان' کہلاتا ہے اور ایک مشرقی پاکستان جو اب 'بنگلہ دیش' کہلاتا ہے

افسوس کہ دشمن نے سازشوں کا جال بچھا کر مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنا دیا اور آج بھی دشمن سیکولرازم کا لبادہ اوڑھے اور انسانی حقوق اور جمہوریت کے راگ الاپتے بنگلہ دیش میں پاکستان کی حمایت کرنے پر محبّ وطن و مخلص مسلمانوں کو پھانسی کے گھاٹ پہنچا رہا ہے۔

مزید افسوس اس بات کا ہے کہ نہ 16 دسمبر 2014ء کے سانحۂ پشاور کے پس منظر میں کمزوری کہاں تھی اور قصور کس کا تھا؟ کی بات سامنے آئی (کچھ دہشت گردوں کو تختہ دار پر لٹکا یا

جا چکا ہے) اور نہ 16 دسمبر 1971ء کے وقت پاکستان کو دولخت کرنے والے کرداروں کو سامنے لایا گیا۔ حتیٰ کہ حمود الرحمٰن کمیشن کی رپورٹ بھی آج تک سامنے نہ آسکی۔

آنکھیں بند کرنے سے مسائل ختم نہیں ہوتے بلکہ بڑھتے ہیں اور دشمن مزید دلیری دکھاتا ہے۔ اپنی کمزوری کی نشاندہی، تجزیہ اور آئندہ را احتیاط کا معاملہ ہی قوموں اور ملکوں کو بامِ عروج تک پہنچاتا ہے۔ قرآن مجید میں جنگ اُحد کے موقع پر مسلمانوں کی چند کمزوریوں کی نشاندہی کی گئی تھی جن کا مداوا کیا گیا اور آئندہ کے مراحل کے لیے مسلمان ایک نئے عزم سے کمر بستہ ہوگئے۔ آج بھی ملکی اور اجتماعی سطح پر سقوطِ ڈھاکہ کا باعث بننے والے کرداروں کو سامنے لانا ضروری ہے تاکہ پاکستان کے بہتر مستقبل کی تعمیر ہو سکے۔

2 بنگلہ دیش میں نظریۂ پاکستان کا قتل، بھارت میں انتہاپسندی کے سائے میں مسلمان اقلیت پر عرصۂ حیات کا تنگ ہونا اور پاکستان میں لبرل ازم اور وزیر اعظم کی 'ہولی' کے ہندوانہ تہوار میں شرکت ایک ہی عالمی دباؤ کا نتیجہ ہیں جو نیو ورلڈ آرڈر کے صہیونی منصوبہ کے آگے بڑھنے کے عمل میں اسلام، مسلمانوں، قرآن اور حضرت محمد ﷺ کو 'دہشت گرد' قرار دینے کے لئے جاری ہے۔

تین پڑوسی ملکوں میں تین مختلف عنوانات سے نظریۂ پاکستان کے خلاف یہ مہم 1947ء کی برطانوی ہند کی مذہب کے نام پر تقسیم کی سزا کے طور پر مسلمانوں کو ختم کرکے اور 'اچھوت' و 'دہشت گرد' بنانے کے عمل کا حصہ ہے۔ نائن الیون کے بعد سے جاری دہشت گردی کے خلاف جنگ دراصل عیسائیت اور اسلام کی جنگ ہے اور اندھے کو بھی نظر آرہی ہے کہ یہ ایک صلیبی جنگ ہے۔ صرف مغربی مُہرے اور امریکی نمک خوار ہی نگاہیں جھکا کر اس پر خاموش ہیں کُھلی آنکھ والے دیکھ رہے ہیں کہ عالمی واقعات اسی سمت جا رہے ہیں۔ پیرس میں دہشت گردی کا واقعہ اور امریکہ میں ایک 'مسلمان جوڑے' کی فائرنگ کا سانحہ سب کچھ بہترین منصوبہ بندی کے ساتھ طویل دورانیہ کے ڈرامے کے ایک ایکٹ کے طور پر سامنے لایا جا رہا ہے۔

ہمارے نزدیک اگر مغرب دہشت گردی کے خاتمے میں اصولی طور پر مخلص تھا اور ہے تو نائن الیون کے واقعے کی عدالتی تحقیقات ہوتیں اور مجرموں کو سزا ہوتی تاکہ آئندہ ایسے واقعات نہ ہوتے۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔ اگر نائن الیون کے حقیقی مجرموں کو قرار واقعی سزا مل جاتی تو بعد کی

عالمی تاریخ بالکل مختلف ہوتی اور نہ دہشت گردی کے واقعات رونما ہوتے اور نہ برطانوی وزیرِاعظم کو عراق کے معصوم عوام پر بمباری کے 'جرم' پر معافی مانگنی پڑتی۔

ہم وزیرِاعظم پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ 'لبرل پاکستان' کا بیان واپس لیں تاکہ بانیانِ پاکستان کی روحوں کو ان کی 'قبروں' میں سکون میسر آ سکے۔ بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر آئین میں درج ملکِ پاکستان کا مذہب 'اسلام' ہونے کے حوالے سے پاکستان کا ایک اسلامی نظریاتی ریاست ہونے کا اعلان کریں۔ تاکہ جغرافیائی سرحدوں کی طرح پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی بھی حفاظت ہو سکے۔

3 اس شمارے کے ساتھ 'حکمت بالغہ' کی اشاعت کا دسواں (10) سال شروع ہو رہا ہے۔ اس عرصے میں اس جریدہ کی بلا ناغہ بروقت اشاعت اور نو (9) برسوں میں نو (9) خصوصی شاندار نظریاتی اشاعتیں ہی اس جریدے کا اصل اثاثہ ہیں، جو یہ ہیں:-

1 2007ء حقیقت انسان نمبر

2 2008ء حقیقت علم نمبر

3 2009ء احیاء العلوم نمبر

4 2010ء دو قومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظامِ تعلیم نمبر

5 2011ء حقوقِ نسواں نمبر

6 2012ء یاجوج ماجوج نمبر

7 2013ء خصوصی اشاعت: الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

8 2014ء خصوصی اشاعت: جنوبی ایشیا میں ہندو مسلم نظریاتی کشاکش......

9 2015ء خصوصی اشاعت: حکمت اقبال ہی نظریۂ پاکستان ہے

ہم بھی اس موقع پر اپنے رب کے حضور عاجزی سے دست بدعا ہیں کہ وہ ہماری ان مساعی کو شرف قبول عطا فرمائے۔ ان مساعی میں جو خیر کا پہلو ہے وہ صرف اسی (سبحانہ وتعالیٰ) کی عطا ہے اور جو شر کا پہلو ہے وہ سراسر ہماری کوتاہیوں، غلطیوں نااہلیوں اور نفسانیت کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس جریدہ کے خیر کو عام فرما دے اور اس کے 'شر' سے ہم سب کو محفوظ

رکھے۔آمین یارب العالمین۔

یہ جریدہ دیگر ملکی جرائد کے مدیران کو تبادلے کے طور پر بھی جا رہا ہے اور بہت سے اہل دانش اور باحیثیت لوگوں کو اعزازی طور پر بھیجا جاتا ہے۔جن حضرات کو یہ جریدہ اعزازی طور پر ملتا ہے ان سے درخواست ہے کہ اگر وہ آسودہ حال ہیں اور اس جریدہ میں ان کی نگاہ میں کوئی 'خیر' کا پہلو ہے تو انہیں پہلی فرصت میں اس جریدے کا 'تاحیات' خریدار ضرور بن جانا چاہیے تاکہ یہ جریدہ وسائل کی کمی کا شکار ہوئے بغیر اپنے مشن کو جاری رکھ سکے۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔ آمین

اقبال کا اِنسان کامل

مولانا صلاح الدین

کی کتاب ''تصوراتِ اقبال'' سے ایک باب

اقبال کے کسی طالب علم سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ اس نے ہمیں انسانِ کامل کا تصور دیا ہے۔ خود ہی اس کی تمثیل بھی پیش کر دی ہے اور یہ تمثیل جناب سرکار کائنات ﷺ کی ذات مبارک ہے۔ اقبال کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو والہانہ عقیدت تھی اگرچہ اس میں جذباتی عنصر نمایاں تھا لیکن میری ناچیز رائے میں اس کی بنیاد اسی احساسِ عظمت پر قائم تھی جو اقبال سے پہلے بعض دیگر اکابر حکمت وفکر کو، جن میں مسلم اور غیر مسلم سبھی شامل ہیں، بدرجۂ وافر ارزانی ہوا۔ کارلائل اور گبن نے حضور ﷺ کی ذات میں انسانیت کاملہ کا ظہور جس زاویے سے دیکھا وہ قطعاً غیر جذباتی تھا لیکن از بسکہ ان کی نگاہ تعصب کے گرد وغبار سے میلی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے جب وہ مقصود کی تلاش میں کائنات کا جائزہ لے چکی تو بالآخر اسی خلاصۂ کائنات پر آٹھہری جس سے خوب تر انسان آج تک خلق نہیں کیا گیا۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ ان کا تصورِ انسانیت اور معیارِ عظمت ایک عالم گیر حیثیت رکھتا ہے اور اسی معیار پر دنیا کی دیگر عظیم شخصیتوں کو بھی پرکھ چکے تھے اور شاید یہی خصوصیت اس معیار کی سب سی بڑی خوبی تھی لیکن شاعر مشرق نے اس خارجی معیار سے چنداں فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ ایک عاشق صادق اور ایک دانائے راز کی دوگونہ حیثیت میں اس نورِہدیٰ سے اکتساب صداقت کیا جو مدتِ مدید کے بعد کائنات کے اُفق پر ہویدا ہوا تھا اور جسے اَبد تک انسانیت کی رہبری مقدّر کی گئی تھی۔

یہاں میں یہ تأثر پیدا نہیں کرنا چاہتا کہ اقبال کی نوائے کارگر سراسر سیرتِ پیغمبر ہی کی تفصیل شعری ہے ہرگز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبال کے فکرِ حکیمانہ کو جب رِفعتِ پرواز ملی اور اس نے چار دانگ عالم میں حیاتِ انسانی اور اس کی اساسی اَقدار کا جائزہ لیا اور اس حقیقت عظمیٰ تک رسائی حاصل کی کہ کائنات کی تمام رِفعتیں مؤمن کے زیرِ قدم، اس کی تمام تر وسعتیں اس کے حلقہ خودی میں محصور اور اس کی کل ممکنات اسی کے کشودِ لب کی منتظر ہیں، تو شاعر یہ راز اہل عالم تک پہنچانے سے پہلے توفیق الٰہی سے اس کی تمثیل کا طالب ہوا اور اس کی جستجو میں وہ اَکنافِ عالم کا گوشہ گوشہ چھانتا تاریخ کے دُور افتادہ دھندلکوں تک پہنچ گیا لیکن اس کا تصور شرمندۂ تصویر نہ ہوسکا اور وہ مایوس ہوکر مراجعت پر مائل تھا کہ دفعتاً اسے یہ عرفان ارزانی ہوا کہ وہ نگارِ اوّل و آخر جسے وہ کائنات کے آخری گوشوں تک تلاش کر آیا ہے، لولاک کا نقاب اوڑھے خود اس کے کعبہ دل میں جلوہ آرا ہے۔

جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں
حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی
مکاں نکلا ہمارے خانۂ دل کے مکینوں میں
ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں
سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں
نمایاں ہو کے دکھلا دے کبھی ان کو جمال اپنا
بہت مدت سے چرچے ہیں ترے باریک بینوں میں
خموش اے دل! بھری محفل میں چلّانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے، محبت کے قرینوں میں

اور جمال نبوت کے اس پرتو کے بعد جب شاعر بزم عالم میں واپس آیا تو ایک قلب گداختہ اس کے

پہلو کو اور ایک جانِ مضطرب اس کے پیکر کو بے تاب کر رہی تھی اور اس کا بادۂ فکر خم شعر میں ڈھل ڈھل کر سرستان ازل کو دعوت عام دے رہا تھا۔فکر و وجدان کا یہ امتزاج شعر اقبال میں اس کیفیت کا خالق ہے جسے ہم کسی ایک لفظ کی غیر موجودگی میں عشق و عرفان کے نام سے پکارتے ہیں اور اس امتزاج کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عرفان عشق کا پیش رو ہے شاعر کا ذہن اس کے وسیع مطالعے اور مشاہدے کے علاوہ کتاب اللہ کے معارف سے روشن ہے اور وہ فطرت کے اَسرار کو حکمت الٰہیہ کی تابانیوں میں بے نقاب کرتا اور اس کشف کے جلووں سے اپنی روح کو مستنیر کرتا چلا جا رہا ہے۔یکا یک اسے اس حقیقت کا شدید احساس ہوتا ہے کہ اس کی معرفت جس مقصود کی تلاش میں ہے، وہ ذات پیغمبر کی صورت میں اس کی روحِ جویا کو خود دعوتِ نظارہ دے رہا ہے۔اس میں کوئی کلام نہیں کہ اس کے لیے سیرتِ رسول ﷺ میں عظمت انسانی کا احساس کوئی نیا احساس نہیں تھا لیکن یہ حقیقت قطعاً نا قابل فراموش ہے کہ وہ احساس بے پایاں ایک قطعاً جدید اور عظیم الشان یافت کی حیثیت رکھتا ہے جو اسے فلسفہ جدید اور قرآن حکیم کی روشنی میں انسانیت کاملہ کے عرفان کے بعد ذات پیمبر میں اس کی مکمل تشکیل و تمثیل سے حاصل ہوا۔

اس عرفان کی حیثیت کسی لحاظ سے اِلقائے ربانی اور وحیٔ آسمانی سے کم نہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ عشق ہمہ گیر کا پیش رو ثابت ہوا جس سے خود شاعر کی روح اکتسابِ سوز کرتی اور اپنے اقران و اماثل کو اس کی تپش سے حیاتِ تازہ عطا کرتی رہی۔

اقبال کی نگاہ میں حضور علیہ السلام کی ذات انسانیت کا محض ایک پیکر لطیف نہیں تھی بلکہ خود انسانیت ایسے بھرپور روپ میں اُبھر کر حضورؐ کی ذات میں جلوہ آرا ہو گئی تھی۔وہ دوسرے نبیوں کی طرح محض خدا کے پیغام بر نہیں تھے۔وہ دوسرے مصلحین کی طرح محض تلقین کے لئے مبعوث نہیں ہوئے تھے۔وہ دوسرے فاتحین کی طرح محض تسخیر کے لئے پیدا نہیں کئے گئے تھے۔بلکہ وہ صفات انسانی کے ایک احسن اور مکمل نمونے کی صورت میں زمین پر خداوند قدوس کی باشاہت قائم کرنے اور انسان کو اس کی امکانی بلندیوں پر پہنچانے کے لئے مأمور کئے گئے تھے اور انہوں نے انسانی معاشرے میں عدل و مساوات اور صبر کے نئے نئے معیار قائم کرنے میں جس بے مثال شجاعت اور عزیمت کا ثبوت دیا وہ بیک وقت انتہائے عظمت کی مظہر اور انتہائے محبت کی خالق تھی۔اور یہ وہ

مقام ہے جہاں عرفان اپنا دامن عشق کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور وہ دونوں محیطِ جذب واحساس میں اس طرح غوطہ زن ہو جاتے ہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا کرنا محال نظر آتا ہے۔

شعر اقبال کی اس کیفیت کی بہترین مثال وہ نظم ہے جسے ان کے پہلے مجموعے میں بلال کا نام دیا گیا ہے اور جو نبی ﷺ کی ذات میں انسانیت کاملہ کے پرتو کو نہایت دل آویز طریق سے پیش کرتی ہے اور عرفان عشق کے امتزاج لطیف کو ذات اقدس کا آئینہ قرار دیتی ہے، سنیے:

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے
اہل قلم میں جس کا بہت احترام تھا
جولاں گہ سکندرِ رومی تھا ایشیا
گردوں سے بھی بلند تر اس کا مقام تھا
تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے
دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے، خام تھا
دنیا کے اس شہنشہ انجم سپاہ کو
حیرت سے دیکھتا فلکِ نیل فام تھا
آج ایشیا میں کوئی اسے جانتا نہیں   تاریخ دان بھی اسے پہچانتا نہیں
لیکن بلالؓ وہ حبشی زادۂ حقیر!
فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر
جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلال
محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر
ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر
ہے تازہ آج تک وہ نوائے جگر گداز
صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوشِ چرخ پیر
اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے   رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

کلامِ اقبال میں عشق کو جو ممتاز مقام حاصل ہے اس کا اظہار یہاں ضروری نہیں۔ لیکن یہ بات یقیناً قابل لحاظ ہے کہ شاعر کے عناصرِ عشق میں عشق محمدیؐ مقامِ اوّلین رکھتا ہے۔ اقبالؒ کے فکر رسا نے خودی یا ایمان کامل تک پہنچنے کا جو راستہ اختیار کیا وہ خود بخود اپنے منشا کی تکمیل کے لئے جناب رسالت مآب کی ذات گرامی تک پہنچ گیا۔ یہ منزل اس کے لیے مقام حیرت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس لئے اس یافت کا اثر شاعر کے فکر و وجدان پر اس شدت سے ہوا کہ وہ اِس کی شخصیت اور اپنی تخلیق دونوں میں عشق پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک داستان گو بن گیا اور پھر اس احساس کی ترفیع کے بعد اقبال نے انسانیت کاملہ کا وہ زندہ تصور پیش کیا جسے وہ مردِ مؤمن کا نام دیتا ہے اور جس کے فانوس ایمان میں شمع عشق فروزاں، جس کے احاطۂ ایقان میں یقین بالذات عیاں اور جس کے منصب عالی میں نورِ عمل نمایاں ہے۔ مومن اس زمین پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہے اور وہ اس مشن کی تکمیل کرتا ہے جس کی اساس تقدیر الٰہی نے چودہ صدیاں گزریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھوں سے رکھوائی تھی۔ مؤمن کا قلب گداختہ اسی حرارت کا امین ہے، جس سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سینہ گرم ہوا۔ مومن کی چشم بصیرت اسی نور سے روشن ہے جو بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں چمکا اور مومن کی فردِ عمل اسی ذوق کی رہین ہے جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو عطا ہوا۔ پھر کائنات کی وسعتیں اس کے لئے کیوں محدود اور موجودات کی رفعتیں اس کے لئے کیوں نہ سرنگوں ہو جائیں۔

افلاک پہ ہے اس کی حریفانہ کشاکش
خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن
جچتے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظر میں
جبریل و سرافیل کا صیاد ہے مومن
ہو حلقہ یاران تو ہے ریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

(بشکریہ ریڈیو پاکستان لاہور)

ایک امریکی مسلمان کی
ایمان افروز کہانی

طارق مہنا / ترجمہ: فہیم الامین

(بشکریہ ماہنامہ بیداری حیدرآباد، اکتوبر 2015ء)

یہ ایک ایسے امریکی نوجوان کا عدالتی بیان ہے جو امریکا میں پیدا ہوا، وہیں پلا بڑھا۔ امریکا کی ظالمانہ کارروائی کا شکار ہوا۔ طارق مہنا ایک پاکستانی مصری امریکن ہیں۔ ان کے والدین پاکستان اور مصر سے امریکا رہ بس گئے اور طارق وہیں پیدا ہوئے اور آج کل امریکا ہی میں مقیم ہیں۔ انھیں امریکی حکومت نے سوشل میڈیا پر مجاہدین کی حمایت کرنے کے الزام میں اُن پر مقدمہ چلایا۔ جب امریکی عدالت کا جج انہیں سزا سنا رہا تھا انہوں نے بھری عدالت میں یہ بیان دیا تھا۔ اس بیان نے عدالت میں موجود بہت سے لوگوں کو مبہوت کر دیا تھا۔ جج نے جواب میں صرف یہ کہا: ''امریکی عدالت صرف قانون کے مطابق فیصلہ دیتی ہے، قانون بناتی نہیں''۔ طارق مہنا امریکی عقوبت خانوں میں تشدد برداشت کرنے کے بعد مدتِ قید گزار رہے ہیں۔ ادارہ

آج سے چار برس پہلے اپریل کا مہینہ تھا، جب میں ایک مقامی ہسپتال میں اپنا کام ختم کر کے گاڑی کی طرف جا رہا تھا کہ میرے پاس امریکی حکومت کے دو ایجنٹ آئے۔ انہوں نے کہا: ''تمھیں دو راستوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ ایک راستہ آسان ہے اور دوسرا مشکل۔ 'آسان' راستہ یہ ہے کہ امریکی حکومت کے مخبر بن جاؤ اور یوں کبھی عدالت یا قید خانے کی شکل نہ دیکھنا پڑے گی، جب کہ دوسرا دشوار راستہ ہے۔ سو وہ آپ کے سامنے ہے''۔

تب سے اب تک ان چار برس کا بیشتر عرصہ میں نے قید کی تنہائی میں ایک ایسے کمرے میں گزارا ہے، جس کا حجم ایک چھوٹی سی الماری جتنا ہے اور مجھے دن کے 23 گھنٹے اسی میں بند رکھا جاتا ہے۔ ایف بی آئی، ان کے وکلا اور حکومت نے مجھے اس کوٹھڑی میں ڈالنے، مقدمہ چلانے اور بالآخر یہاں آپ کے سامنے پیش ہونے اور اس کوٹھڑی میں مزید وقت گزارنے کی منزل تک پہنچانے کے لئے عام امریکی شہریوں کے ادا کردہ ٹیکسوں کے ہزاروں ڈالر خرچ کیے ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ چند منٹ اپنے بارے میں گفتگو کروں:

جب میں نے مخبر بننے سے انکار کر دیا تو حکومت نے ردّعمل کے طور پر مجھ پر الزام لگایا کہ میں نے دنیا بھر میں مسلم ممالک پر قبضے کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کی حمایت کا 'جرم' کیا ہے، یا 'دہشت گردوں' کی حمایت کی ہے، جیسا کہ وہ ایسا کہنا پسند کرتے ہیں۔ حالانکہ میں کسی مسلمان ملک میں پیدا نہیں ہوا بلکہ یہیں امریکا میں پلا بڑھا ہوں اور یہی بات بہت سے لوگوں کو غضب ناک کرتی ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ''میں امریکی ہونے کے باوجود ان باتوں پر یقین رکھوں جن پر میں رکھتا ہوں اور وہ مؤقف اختیار کروں جو میں نے کر رکھا ہے!'' انسان اپنے ماحول میں جو کچھ دیکھتا ہے، وہ اس کا ایک جز بن جاتا ہے، یہی اس کا نقطۂ نظر تشکیل دیتا ہے اور یہی حال میرا بھی ہے۔ لہٰذا یہی ایک نہیں بلکہ بہت سی وجوہ کے سبب میں جو کچھ ہوں امریکا ہی کی وجہ سے ہوں۔

چھے برس کی عمر میں مَیں نے طنز و مزاح پر مبنی کتب کا ذخیرہ جمع کرنا شروع کیا تھا۔ 'بیٹ مین' نے میرے ذہن میں یہ تصور بویا کہ کس طرح دنیا کا نظام چل رہا ہے۔ بعض ظالم ہوتے ہیں، بعض مظلوم ہوتے ہیں اور بعض وہ جو مظلومین کی حمایت کے لیے آگے آتے ہیں۔ یہ چیز میرے ذہن میں اس طرح پیوست ہوتی رہی کہ اپنے بچپن کے پورے زمانے میں مَیں ہر اس کتاب کی طرف کھنچا چلا جاتا، جس میں یہ نمونہ پیش کیا جا رہا ہو۔ THE UNCLE TOM'S CABIN اور AUTOBIOGRAPHY OF MALCOM X حتیٰ کہ مجھے تو THE CATHER IN RYETHEIN میں بھی ایک اخلاقی پہلو نظر آتا تھا۔

پھر میں ہائی سکول پہنچ گیا۔ وہاں میں نے تاریخ کے اسباق پڑھے۔ میں نے امریکا کے اصل باشندوں (ریڈ انڈینز) اور یورپی آبادکاروں کے ہاتھوں ان پر ہونے والے مظالم کے بارے

میں پڑھا کہ ان یورپی آبادکاروں کی نسلوں کو کس طرح کنگ جارج سوم کی جابرانہ حکومت کے دوران ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔ پھر پال ریور اور ٹام پین کے بارے میں پڑھا اور یہ جانا کہ کس طرح امریکیوں نے برطانوی فوج کے خلاف مسلح بغاوت کی۔ وہ بغاوت جس کا آج ہم امریکا کی انقلابی جنگ کی حیثیت سے جشن مناتے ہیں۔ آج جہاں ہم بیٹھے ہیں بچپن میں ہم اس سے کچھ دور ہی اسکول کی طرف سے سیر وسیاحت پر جایا کرتے تھے۔ اس دوران میں، مَیں نے ملک میں غلامی کے خلاف جنگ کے بارے میں پڑھا۔ میں نے ایما گولڈ مین، یوجین ڈیبز، مزدوروں کی انجمنوں اور غریبوں کی جدوجہد کے بارے میں پڑھا۔ میں نے این فرینک اور نازیوں کے بارے میں پڑھا کہ وہ کس طرح اقلیتوں کو اذیتیں دیتے اور مخالفین کو قید کرتے تھے۔ پھر روزا پارکس، میلکم ایکس، مارٹن لوتھر کنگ اور شہری حقوق کی جدوجہد کے بارے میں پڑھا۔ اسی طرح ہو چی منہ کے بارے میں پڑھا کہ کس طرح ویت نام کے باشندوں نے کئی عشروں تک یکے بعد دیگرے آنے والے غاصبوں کے خلاف لڑنے میں زندگیاں گزار دیں۔ میں نے نیلسن منڈیلا اور جنوبی افریقہ میں نسلی تعصب کے خلاف جنگ کے بارے میں پڑھا۔ میں نے ان برسوں میں جو کچھ پڑھا، وہ چھے برس کی عمر میں سیکھی گئی بات کی مزید تصدیق کر رہا تھا کہ پوری تاریخ میں ظالم اور مظلوم کے درمیان ایک مستقل جنگ جاری رہی ہے۔ غرض جس بھی جدوجہد کے بارے میں پڑھا، میں نے اپنے آپ کو ہمیشہ مظلوم کا طرف دار پایا اور ان کی حمایت میں کھڑے ہونے والوں کو میں نے ہمیشہ احترام کی نگاہ سے دیکھا، خواہ وہ کسی بھی ملک سے ہوں اور کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔ میں نے کبھی اسکول کے زمانے میں اپنی کلاسوں کے نوٹس نہیں پھینکے۔ آج بھی، جب کہ میں یہاں کھڑا ہوں، وہ نوٹس میرے کمرے کی الماری میں سلیقے سے رکھے ہوئے ہیں۔

جتنی بھی تاریخی شخصیات کے بارے میں، مَیں نے پڑھا، ان میں سے ایک سب میں ممتاز تھی جس کا نام میلکم ایکس ہے۔ میلکم ایکس کی بہت سی چیزوں نے مجھے متأثر کیا، لیکن جس چیز نے سب سے زیادہ دلچسپی بڑھائی وہ تھی ان کی کایا پلٹ۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے سپائک لی کی فلم 'ایکس' دیکھی ہے یا نہیں۔ یہ تقریباً ساڑھے تین گھنٹے کی ہے اور ابتدا میں نظر آنے والا میلکم آخر میں نظر آنے والے میلکم سے بہت مختلف ہے۔ وہ ایک اَن پڑھ مجرم ہوتا ہے جو بعد ازاں ایک

شوہر، ایک باپ، اپنے لوگوں کا محافظ اور فصیح البیان لیڈر بن جاتا ہے۔ ایک اصولی مسلمان جو مکہ معظّمہ میں حج کا فریضہ ادا کرتا ہے اور بالآخر شہید ہو جاتا ہے۔

میلکم کی زندگی نے مجھے یہ سبق دیا کہ اسلام کوئی وراثتی دین نہیں ہے۔ یہ کسی نسل تہذیب کا نام بھی نہیں ہے۔ یہ تو طریقۂ زندگی ہے، ایک فکری حالت ہے، جسے کوئی بھی اپنا سکتا ہے، خواہ وہ کہیں سے بھی تعلق رکھتا ہو اور کسی بھی ماحول میں پلا بڑھا ہو۔ اس چیز نے مجھے اسلام کو بہ نظر غائر دیکھنے کی ترغیب دی اور بس پھر میں اس کا دلدادہ ہو گیا۔ میں تو صرف ایک نوجوان تھا اور اسلام اس سوال کا جواب پیش کرتا ہے، جو بڑے بڑے سائنسی ذہن پیش کرنے سے قاصر ہیں اور جس کا جواب نہ پا کر اُمرا اور مشہور و معروف لوگ ڈیپریشن اور خودکشیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ سوال ہے: زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اس کائنات میں ہمارا وجود کیوں ہے؟

اسلام نے نہ صرف ان سوالوں کا جواب دیا ہے، بلکہ یہ بھی بتایا ہے کہ کس طرح ہمیں زندگی گزارنی ہے، درحقیقت اسلام ہمیں کسی پیشوا یا راہب کا محتاج نہیں بناتا۔ لہٰذا میں نے براہِ راست قرآن وسنت کا مطالعہ شروع کر دیا، تاکہ اس فہم کے سفر کا آغاز کر سکوں کہ اسلام کیا ہے؟ اور بحیثیت انسان اسلام میرے لیے اور میرے اردگرد کے لوگوں کے لئے، ساری دنیا کے لئے کیا پیش کرتا ہے؟...... جتنا جتنا میں سیکھتا گیا، مجھے اسلام کی قدر و قیمت کا اتنا ہی احساس ہونے لگا۔ گویا وہ کوئی ہیرا ہے۔ یہ میرے عنفوانِ شباب کی بات ہے۔ پچھلے چند برسوں کے دباؤ کے باوجود میں یہاں آپ کے اور اس کمرۂ عدالت میں تمام لوگوں کے سامنے ایک مسلمان کی حیثیت سے کھڑا ہوں، الحمدللہ!

اس کے ساتھ ہی میری توجہ دنیا بھر میں مسلمانوں کے حالات کی طرف گئی۔ جدھر بھی میں نے نگاہ ڈالی، یہی دیکھا کہ نام نہاد طاقتیں میری محبوب اُمت مسلمہ کی تذلیل کرنے کے درپے ہیں، مجھے پتا چلا کہ: سوویت یونین نے افغانستان کے مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا؟ سربوں نے بوسنیا کے مسلمانوں پر کیا قیامت ڈھائی؟ روسیوں کے ہاتھوں چیچن مسلمانوں پر ہونے والے ظلم کے متعلق پتا چلا۔ مجھے پتا چلا کہ اسرائیل نے لبنان میں کیا کیا تھا اور اب امریکا کی مکمل پشت پناہی کے ساتھ فلسطین میں کیا کچھ کر رہا ہے؟ اور یہ پتا چلا کہ خود امریکا مسلمانوں کے ساتھ کیا کر رہا ہے؟

مجھے جنگ خلیج (1991ء) کے متعلق اوران یورینیم بموں کے متعلق علم ہوا، جن سے ہزاروں لوگ مرگئے اور عراق میں کینسر کی شرح آسمان کو پہنچ گئی۔ پھر میں نے امریکا کے مسلط کردہ ان احکامات وقوانین کے بارے میں جانا، جن کے باعث عراق میں کھانا، دوائیں اور طبی سامان جانے سے روک دیا گیا، اور کس طرح اقوامِ متحدہ کے ذریعے ان جابرانہ اور انسانیت کش پابندیوں کے باعث پانچ لاکھ سے زائد معصوم عراقی بچے ہلاک ہوگئے، جن کی کسی سے دشمنی نہ تھی، جنھوں نے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ مجھے امریکی وزیر خارجہ میڈیلائن البرایٹ کے '60 منٹ' کے انٹرویو کا ایک حصہ یاد ہے جس میں اس نے کہا تھا کہ: ''یہ بچے اسی قابل تھے۔'' میں نے 11 ستمبر 2001ء (نائن الیون) کو دیکھا کہ کس طرح کچھ افراد نے ان بچوں کی ہلاکتوں پر ہوائی جہاز ہائی جیک کرنے اور انہیں عمارتوں میں اڑا کر اپنے غم وغصے کا اظہار کیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ (2003ء میں) امریکا نے براہِ راست عراق پر حملہ کر دیا ہے۔ اس حملے کے پہلے روز آپریشن 'AWEAND SHOCK' کے نتیجے میں ہونے والی تباہی دیکھی۔ ہسپتال کے وارڈوں میں وہ بچے تھے جن کے سروں میں امریکی میزائلوں کے ٹکڑے کھبے ہوئے تھے (یہ سب کچھ CNN پر نہیں دکھایا گیا) مجھے حدیثہ کے قصبے کے بارے میں علم ہوا، جہاں 24 مسلمانوں کو، جن میں ایک 76 سالہ ویل چیئر پر بیٹھا بوڑھا، عورتیں اور ننھے بچے شامل ہیں، ان کو بستروں ہی پر گولیوں سے بھون دیا گیا۔

پھر مجھے عبیر الجنی کے بارے میں پتا چلا: ایک 14 سالہ عراقی بچی جسے پانچ امریکی فوجیوں نے اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا۔ بعدازاں ان فوجیوں نے اس مظلوم بچی اوراس کے گھر والوں کے سروں میں گولیاں ماریں اوران کی لاشوں کو جلا دیا۔ میں اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں، آپ دیکھتے ہی ہیں کہ مسلم خواتین نامحرم مردوں کو اپنے سر کے بال تک نہیں دکھاتیں۔ ذرا تصور کریں ایک گاؤں سے تعلق رکھنے والی بچی کو بے لباس کیا جائے اور پھر ایک نہیں، دو نہیں، تین نہیں، یکے بعد دیگرے پانچ فوجی اس کی عصمت دری کریں۔ آج بھی، جب کہ میں اپنے سیل میں بیٹھا ہوتا ہوں، ان ڈرون حملوں کے بارے میں پڑھتا ہوں جو پاکستان، صومالیہ اور یمن جیسے ممالک میں مستقل بنیادوں پر مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں۔ پچھلے ہی ماہ ان 17 افغان مسلمانوں

کے بارے میں سنا، جن میں اکثریت ماؤں اوران کے بچوں کی تھی، جوایک امریکی فوجی کی گولیوں کا نشانہ بنے اوراس نے ان کی لاشوں کوبھی جلا دیا۔ یہ تو صرف چند کہانیاں ہیں جو شہ سرخیوں تک پہنچ پاتی ہیں، تاہم اسلام کے جو تصورات میں نے سب سے پہلے سیکھے، ان میں بھائی چارہ اور وفاداری بھی شامل ہے کہ ہر مسلمان خاتون میری بہن ہے، اور ہر مرد میرا بھائی اور مل جل کر ہم سب ایک جسم کی مانند ہیں اور ہمیں ایک دوسرے کی حفاظت کرنی ہے۔ بالفاظِ دیگر میں یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ میرے بہن بھائیوں کے ساتھ یہ کچھ ہوتا رہے۔ امریکا بھی ظالموں میں شامل ہو اور میں غیر جانب دار رہوں۔ ان حالات میں مَیں نے صرف مظلوموں کے لئے حمایت بھی کی۔

میں نے پال ریور کا تذکرہ کیا تھا۔ وہ آدھی رات کو لوگوں کو خبر دار کرنے کے لئے نکلا کہ برطانوی سام ایڈمز اور جان ہینکاک کو گرفتار کرنے کے لئے لیگزنگٹن کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں۔ اس کے بعد کانکورڈ جائیں گے، تاکہ وہاں آزادی کے لئے لڑنے والی ملیشیا کے ذخیرہ کردہ اسلحے کو ضبط کریں۔ جس وقت تک برطانوی کانکورڈ پہنچے آزادی کے لئے لڑنے والے لوگ اپنے ہاتھوں میں اسلحہ لیے ان کے سامنے مقابلے کے لئے کھڑے تھے، انہوں نے برطانویوں پر گولیاں چلائیں، ان سے لڑائی کی اور انہیں شکست دی۔ اسی جنگ سے امریکی انقلاب کا آغاز ہوا۔

جہاں تک میرے مقدمے کا تعلق ہے، اس کی تمام پیشیوں میں یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ میں کبھی بھی بازاروں میں 'امریکیوں کے قتل' کے کسی منصوبے میں شامل نہیں رہا، یا جو بھی کہانی بنائی گئی ہے، اس سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا۔ حکومتی گواہوں نے خود بھی اس دعوے کا ردّ کیا، لیکن اس کے باوجود ایک کے بعد دوسرا 'ماہر' اس جگہ آکھڑا ہوتا رہا، جنھوں نے میرے تحریر کردہ ہر ہر لفظ کے حصّے بخرے کر کے وہ وہ معانی پہنانے کے جتن کیے، جو میرے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھے۔ پھر کئی گھنٹے اس چیز پر صرف کیے گئے کہ میرے عقائد کو بیان کرسکیں، مگر اس کے باوجود مجھے رہائی مل گئی۔ اس کے بعد حکومت نے اپنا ایک خفیہ ایجنٹ بھیجا کہ وہ مجھے اپنے 'دہشت گردانہ منصوبے' میں ملوث ہونے کی ترغیب دے سکے، لیکن میں نے ایسے کسی بے ہودہ کام میں شمولیت سے انکار کر دیا۔ تاہم حیرت کی بات ہے کہ جیوری کو اس بارے میں کوئی خبر نہیں۔

لہٰذا، میرا یہ مقدمہ امریکی شہریوں کے قتل کی مناسبت سے نہیں تھا، بلکہ یہ امریکیوں کے

ہاتھوں مسلمان شہریوں کے قتل کے لحاظ سے میرے موقف پر تھا، اور وہ یہی ہے کہ مسلمانوں کو اپنے علاقوں پر غاصب قوتوں کے خلاف دفاع کرنا چاہیے، چاہے وہ امریکی ہوں، روسی ہوں یا مریخی ہوں۔ میں اسی بات پر یقین رکھتا ہوں کہ یہ نہ دہشت گردی ہے اور نہ انتہا پسندی۔ یہ تو بس اپنی ذات کے دفاع کی سادہ سی منطق ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس کی نمایندگی آپ کے پیچھے آویزاں 'مونوگرام' میں موجود علامت کے تیر کر رہے ہیں: ''وطن کا دفاع''۔ چنانچہ میں اپنے وکلا کی اس بات سے متفق نہیں ہوں کہ آپ کو میرے عقائد ماننے کی ضرورت نہیں۔ نہیں، بلکہ جس کے اندر تھوڑی سی بھی عقل اور انسانیت کی رمق ہوگی، لامحالہ اسے یہ بات ماننا ہی پڑے گی۔ اگر کوئی آپ کے گھر میں گھس کر چوری کرنا چاہے اور آپ کے اہل وعیال کو نقصان پہنچانا چاہے، تو عقل عام یہی کہے گی کہ اس جارح کو باہر نکالنے کے لئے جو کچھ ہوسکتا ہے وہ کیا جائے۔ لیکن جب وہ گھر کوئی مسلم سرزمین ہو، اور وہ جارح امریکی فوج ہو، تو کس وجہ سے یہ اصول بدل دیا جائے؟ اس عقل عام کا نام 'دہشت گردی' رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ سمندر پار سے آئے قاتلوں سے بچنے کے لئے اپنا دفاع کرتے ہیں، وہ 'دہشت گرد' قرار دیے جاتے ہیں۔

ڈھائی صدی پہلے امریکا جس ذہنیت کا شکار تھا جب برطانوی ان سڑکوں پر چل پھر رہے تھے۔ یہ وہی ذہنیت ہے جس کا شکار آج مسلمان ہیں، جن کی سڑکوں پر آج امریکی فوجی مٹرگشت کر رہے ہیں۔ یہ استعماری ذہنیت ہے۔ جب سارجنٹ بیلز نے پچھلے مہینے ان افغانوں کو قتل کیا تو ذرائع ابلاغ کا سارا زور اس کی ذات، اس کی زندگی، اس کی پریشانی، اس کے گھر کے گروی ہونے پر تھا۔ لیکن جن لوگوں کو اس نے مارا تھا، ان کے لئے کم ہی ہمدردی دکھائی گئی۔ گویا وہ انسان نہیں تھے۔ بدقسمتی سے یہی ذہنیت معاشرے کے ہر فرد میں راسخ ہوتی جارہی ہے، چاہے اسے اس بات کا احساس ہو یا نہ ہو۔ حتیٰ کہ میرے وکلا بھی، دو سال تک مجھے یہی سمجھانے اور وضاحتیں پیش کرنے میں لگے رہے۔ دو سال! اتنے ذہین لوگوں کو اتنا وقت لگا بات سمجھنے میں، جن کا کام میرا دفاع کرنا تھا۔ پھر مجھے جیوری کے سامنے اس طرح پیش کر دیا گیا کہ وہ میرے 'غیر جانب دار موکل' ہیں۔ آج جو ذہنیت امریکا پر چھائی ہوئی ہے اس کی وجہ سے میرے کوئی ساتھی ہی نہیں۔ اسی حقیقت کو بنیاد بناتے ہوئے حکومت نے مجھ پر مقدمہ چلایا، اس لیے نہیں کہ انہیں کوئی

ضرورت تھی، بس صرف اس لئے کہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔

میں نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں تاریخ کی کلاسوں میں ایک اور بات بھی سیکھی تھی۔ وہ یہ کہ امریکا نے تاریخ میں ہمیشہ اپنی اقلیتوں کے خلاف نہایت غیر منصفانہ حکمت عملیاں اپنائی ہیں، اور ایسے افعال کیے ہیں جنھیں ان کے خودساختہ قانون کا تحفظ بھی حاصل تھا۔ یہ سب امریکی معاشرے میں بالکل قابل قبول تھا، اور امریکی سپریم کورٹ کی پشت پناہی کے ساتھ تھا، لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا امریکا بدل گیا۔ عوام اور عدلیہ نے یہی کہا کہ 'آخر ہم کیا سوچ کر ایسا کر رہے تھے؟' جنوبی افریقہ کی حکومت نے نیلسن منڈیلا کو دہشت گرد سمجھتے ہوئے اسے قید حیات کی سزا سنائی تھی، لیکن وقت گزر گیا اور دنیا بدل گئی۔ انہیں احساس ہوا کہ ان کی پالیسی ظالمانہ تھی کیوں کہ دراصل وہ دہشت گرد نہیں تھا، اور اسے قید سے آزاد کر دیا گیا۔ وہ صدر بھی بن گیا۔ لہٰذا ہر چیز ذہنیت سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی طرح 'دہشت گردی' کا معاملہ بھی اور یہ بھی کہ کون 'دہشت گرد' ہے۔ یہ سب تو وقت اور مقام پر منحصر ہے، اور اس پر بھی کہ کون اس وقت 'عالمی قوت' ہے۔

آپ کی نظروں میں مَیں دہشت گرد ہوں اور صرف ایک مَیں ہی یہاں پر زرد لباس میں کھڑا ہوں۔ ایک دن امریکا بدل جائے گا اور لوگوں کو اس دن حقیقت کا احساس ہوگا۔ وہ دیکھیں گے کہ کس طرح ہزاروں لاکھوں مسلمان غیر مما لک میں امریکی فوج کے ہاتھوں قتل ہوئے اور اپاہج بنا دیے گئے۔ تاہم میں ان لوگوں کا دفاع کرنے والے مجاہدین کی حمایت کرتا ہوں۔ لوگ پیچھے مڑ کر دیکھیں گے کہ کس طرح حکومت نے مجھے 'دہشت گرد' کی حیثیت سے قید رکھنے کے لئے لاکھوں ڈالر خرچ کیے۔ لیکن اگر ہم کسی طرح معصوم عراقی مسلمان بچی عبیر الجنی کو اس موقعے پر زندہ کر کے لا کھڑا کریں، جب وہ آپ کے فوجیوں کے ہاتھوں ذلیل ہو رہی تھی، اسے اس گواہی کے کٹہرے میں کھڑا کریں اور اس سے پوچھیں کہ دہشت گرد کون ہیں، تو یقیناً اس کا اشارہ میری طرف نہیں ہوگا، حکومت کا کہنا ہے کہ مجھ پر 'انتہا پسندی' کا بھوت سوار ہے، امریکیوں کے قتل کا بھوت'۔ لیکن اس دور میں رہنے والے مسلمان کی حیثیت سے، میں اس سے زیادہ نفرت آمیز جھوٹ سوچ بھی نہیں سکتا۔

جوناگڑھ پر بھارتی تسلط کے 68 سال

(سومنات کا مندر اسی ریاست میں ہے)

رابعہ عظمت

(بشکریہ، ہفت روزہ ندائے ملت لاہور 9 دسمبر 2015ء)

حیدرآباد دکن اور کشمیر کی طرح ریاست جوناگڑھ بھی 1947ء میں دوقومی نظریہ کی بنیاد پر تقسیم ہند کے وقت بھارتی ہٹ دھرمی، دھونس اور ظلم کے ساتھ ساتھ برطانوی حکومت کی ہندو کے حق میں جانبداری اور مسلم دشمنی کی ایسی داستان ہے جس کا تذکرہ بھی جرم ہے اور مغربی تہذیب کے ناگزیر (قریبی) زوال تک جرم ہی رہے گا۔

سلطان محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور سومنات کا نام کس پڑھے لکھے مسلمان سے مخفی ہوگا، برصغیر اور افغانستان کے مسلمانوں کے لئے یہی تاریخ سر اٹھا کر چلنے کا جذبہ دیتی ہے۔ سلطان محمود غزنوی نے غزنی سے سفر کر کے لاہور کے قریب سے گزر کر صحرائے چولستان، صحرائے تھر اور راجپوتانہ کا صحرا عبور کر کے کراچی اور ممبئی کے درمیان ایک ساحلی ریاست کے اہم ساحلی مقام سومنات میں واقع مندر پر حملہ کیا۔ ہند کی فتح کے منصوبے میں محمود غزنوی کو کسی نے کہا تھا کہ سومنات کا مندر پورے ہند کا سب سے بڑا مندر اور مقدس مقام ہے جب تک وہ اسلام کے زیرنگیں نہیں آئے گا 'ہندو' کبھی شکست تسلیم نہیں کرے گا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں 16ھ یعنی 636ء میں بیت المقدس کی فتح کی طرح غالباً ہندو روایات میں غزنوی کے ہاتھوں سومنات کی فتح کی بھی کوئی پیشگوئی موجود تھی)۔ چنانچہ محمود غزنوی نے صحراؤں کو عبور کر کے سومنات پہنچ کر دشمنوں کی طرف سے چاروں طرف نرغے کے عالم میں کشورکشائی اور دولت کے حصول کے لئے نہیں بلکہ جنوبی ایشیا کی انسانی

آبادی کو پتھر کے خداؤں کے استبدادی نظریات اور اولادِ آدم کی تذلیل کے نظریات پر مبنی ذات پات کی تقسیم کی بنا پر ہندو دھرم کے اپنے اکثریتی حصے کو 'شودر'، اچھوت یا دلت کہہ کر اپنے ہی مندروں میں داخلے سے منع کرنا، اپنی مذہبی کتابوں کے اشلوک سننے پر سزا دینا، جیسی انسان دشمن اور اخلاق دشمن رسومات سے نجات دلانا تھا۔ ہمارے نزدیک جنگ ہوتی ہی نظریات کی جنگ ہے (سازش اور دھوکہ سے کسی علاقہ پر قبضہ اور بات ہے) لہٰذا محمود غزنوی دشمن سے گھرے ماحول میں ہندو نظریات کے مرکز، اپنے وطن سے دو ہزار کلومیٹر دور بے سروسامانی کے حالات میں بھی اپنے انسان دوست اور انسانی تکریم کے آسمانی نظریات اور حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کی وجہ سے سرخرو ہوا۔

یہ سومنات کا مندر اسی ریاست جوناگڑھ میں واقع ہے اور عرصہ دراز سے مسلم ریاست تھی سومنات کی فتح کی محمود غزنوی کا سنہرا کارنامہ ہے یہ واقعہ 1024ء کا ہے۔

سومنات کے مندر سے متعلق تین مزید واقعات بھی قارئین حکمت بالغہ کی دلچسپی کے لئے درج کیے جا رہے ہیں:

1۔ ہندو روایات کے مطابق ان کا سب سے بڑا مندر (عبادت گاہ) سومنات میں واقع ہے اور اس سے بھی بڑا مندر (عبادت گاہ) سومنات سے عین مغرب میں سرزمین عرب میں واقع ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ سومنات کے مندر اور مکہ میں بیت اللہ کا عرضِ بلد ایک ہی ہے اور یہ بات یقیناً 'آسمانی وحیٔ' کی بنیاد پر ہی ہو سکتی ہے اس لئے کہ آج سے ہزار سال قبل (1024ء) میں اس بات کو فنی اور سائنسی طور پر نکالنا ناممکن تھا۔

جو بات قرین قیاس ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی (2000 ق م) اس وقت بھی یہ تعمیر پہلے سے موجود بنیادوں پر اٹھائی گئی تھی پھر چند صدیوں میں ہی یہ بیت اللہ مرورِ زمانہ سے بُت پرستی کا مرکز بن گیا اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کے وقت بیت اللہ میں اندر باہر 360 بت رکھے ہوئے تھے اور اہل عرب بُت پرستی کرتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے اس بیت اللہ کو رمضان 8ھ میں فتح کر کے بتوں سے پاک کر دیا۔

ہندو قوم کے بارے میں اب کئی شواہد اور کتابیں منظر عام پر آ گئی ہیں کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کا اچھا تذکرہ بھی ان کے ہاں ہے

لہٰذا۔۔۔۔ان کی اولاد میں ’نبی‘ یا ’اوتار‘ بھی آئے ہوں گے قرآن مجید کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کے بعد انبیاء علیہم السلام کی بعثت حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں مختص کر دی گئی تھی اور سلسلہ تقریباً 2500 یا اس سے بھی زیادہ عرصہ چلا تا آنکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق سے مبعوث ہوئے تو سورۃ حدید 57 آیت 26 کے مطابق آسمانی ہدایت اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقدس اور سنہری سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں مختص کر دیا گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے حضرت اسماعیلؑ جن کو مکہ میں آباد کیا گیا اور پھر باپ بیٹا نے مل کر بیت اللہ تعمیر فرمایا (علیہما السلام)۔ دوسرے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام تھے جن کو فلسطین میں آباد کیا گیا ان کی اولاد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام (01-33ء) تک سینکڑوں پیغمبر تشریف لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چھ صدیوں بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سرزمین عرب میں مبعوث ہوئے (وحی کا آغاز 610ء ہجرت 623ء) یوں ہند میں کسی آسمانی وحی کا امکان 1800 ق م کے زمانے سے پہلے کا ممکن ہے یا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کے ہندوستان میں وارد ہو کر یہاں پھیلنے کے شواہد مل سکیں تو بھی آسمانی وحی کی موجودگی کا اعتراف کیا جا سکتا ہے اور امکان ہے اس کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کے بعد ہند میں کسی آسمانی ہدایت یا وحی کا امکان خارج از بحث ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد یا دونوں اگر ہند آئے ہیں تو بھی اگر ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بنائے ہوئے کعبے میں مرور زمانہ سے ان کی براہ راست اولاد بُت پرستی میں مبتلا ہو سکتی ہے تو ہند میں بھی سومنات کے مندر میں بھی بت رکھے جانے کے امکانات کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا۔۔۔۔ جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ’بڑے مندر‘ بیت اللہ کو بتوں سے پاک کر دیا تھا اسی طرح ان کے ایک ادنیٰ غلام سلطان محمود غزنوی نے 1024ء میں مکہ کے عین مشرق ساحل سمندر پر موجود سومنات کے مندر کو بتوں سے پاک کر دیا۔ اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں ہے۔

2۔ سومنات کا مندر 1947ء تک گرا ہوا تھا۔ اگرچہ ہندو مورخ 1024ء کے بعد اس مندر کی چار مرتبہ تعمیر اور تباہی کے قائل ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا 1947ء میں تقسیم ہند کے بعد اہالیانِ جوناگڑھ کی بدقسمتی کہ بھارت نے حیدرآباد اور کشمیر کی طرح اس پر بھی غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ یہ غاصبانہ قبضہ بھی ایک ڈرامائی کہانی سے مشابہ

ہے۔ تقسیم ہند کے فارمولے کے مطابق ریاستوں کو اختیار تھا کہ وہ چاہیں تو پاکستان میں شامل ہو جائیں اور چاہیں تو بھارت میں۔ نواب آف جونا گڑھ مسلمان تھے وہ پاکستان آ گئے اور 15/اگست 1947ء کو ریاست جونا گڑھ کا الحاق پاکستان سے کر دیا۔ ان کی اولاد آج بھی پاکستان میں موجود ہے۔ جبکہ ریاست جونا گڑھ کے وزیر اعظم (جو انگریز کے نمائندے کے طور پر وائسرائے مقرر کرتا تھا) سر شاہنواز بھٹو (جناب ذوالفقار علی بھٹو کے والد) دہلی پہنچ گئے اور انہوں نے ریاست جونا گڑھ کے بھارت سے الحاق کے کاغذات پر دستخط کر دیے اور خود پاکستان تشریف لے آئے۔ اس طرح ریاست جونا گڑھ کا الحاق ایک متنازعہ مسئلہ بن گیا اور UNO میں اس وقت سے زیر فیصلہ ہے بد قسمتی سے اس مقدمے کی آج تک کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہو سکی۔

3۔ 1947ء میں آزادی کے بعد بھارت کی حکومت نے سومنات کے مندر کی از سر نو تعمیر کرائی اور تزئین و آرائش کے بعد عوام کے لئے کھول دیا۔ اس موقع پر 1024ء میں محمود غزنوی سومنات کے مندر کا جو دروازہ غزنی لے گیا تھا وہ 'مقدس' اور تاریخی دروازہ بھارت کی حکومت نے افغانستان کی حکومت (غالباً داؤد کے دور حکومت میں) سے واپس مانگ لیا جو افغانستان کی حکومت نے واپس دے دیا وہ دروازہ واپس سومنات کے مندر میں نصب کر دیا گیا۔

4۔ تقسیم ہند کے وقت دو قومی نظریہ سامنے آیا تھا کہ جب مغربی سامراج جنوبی ایشیا میں اپنے صدیوں پر محیط غاصبانہ قبضے کو مجبوراً چھوڑ کر دفع ہو تو وہ یہ ملک مسلمانوں کے حوالے کر کے جائے اس لئے کہ یہ ملک اس نے مسلمانوں سے لیا تھا، بصورت دیگر مسلمان اکثریت کے علاقے مسلمانوں کو اور ہندو اکثریت کے علاقے 'ہندو' کو دے کر جائے؛ اس لئے کہ ہندو اور مسلم دو الگ الگ قومیں ہیں جن کا رہن سہن، نظریات، تہوار، کھانے، حلال و حرام سب کچھ جدا ہے۔ قومی ہیروز (HEROES) اور تاریخ بھی جدا ہے۔

چنانچہ برطانوی ہند تقسیم ہوا۔ برطانوی سامراج نے جانبداری برتی اور مسلمانوں کو اپنے کئی حقوق سے محروم کر دیا۔ گزشتہ 68 سال یہ بتا رہے ہیں کہ واقعتاً ہندو اور مسلمان دو الگ الگ 'قومیں' ہیں جو ہر چیز میں جدا ہیں اور تقسیم ہند کا نظریہ علامہ اقبال کی الہامی بات تھی جو روبعمل آ کر رہا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ بھارت اور پاکستان گزشتہ 68 سال کے عرصے

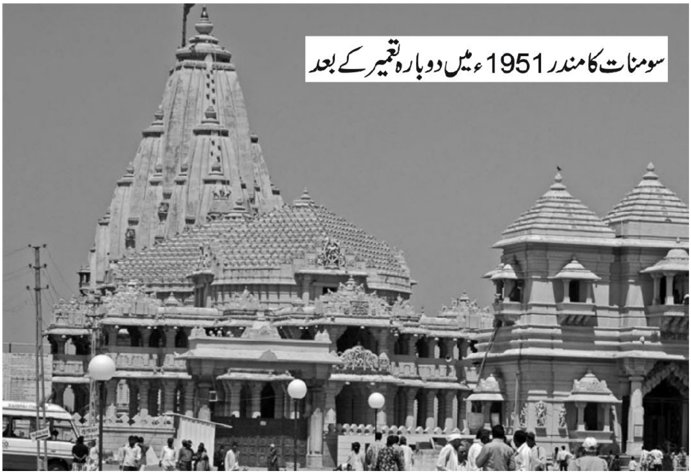

میں ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور مدمقابل ہیں، بھارت کو میزائل بناتا اور ٹیسٹ کرتا ہے تو اس کا نام پرتھوی میزائل (جس راجہ نے غوری سے شکست کھائی تھی) رکھتا ہے اور پاکستان کوئی جنگی سامان بناتا اور ٹیسٹ کرتا ہے تو 'غوری میزائل' اور 'غزنوی میزائل' نام رکھتا ہے اور یہ بات زندہ اور بیدار قوموں کی نشانی ہے۔ (ادارہ)

بھارت نے نہ صرف مقبوضہ کشمیر بلکہ جونا گڑھ، منادر اور ریاست حیدر آباد پر بھی بزورِ شمشیر قبضہ کر رکھا ہے اور کشمیر کو ہندو بنیے کے تسلط سے آزاد کروانے کے لئے مجاہدین گزشتہ برسوں سے برسرِ پیکار ہیں۔ آزادی کے متوالے کشمیریوں نے بھارتی قابض حکومت کو ناکوں چنے چبوا رکھے ہیں لیکن ریاست جونا گڑھ کے حوالے سے پاکستان کی نئی نسل بالکل ناآشنا ہے۔ وہ یہ جانتے ہی نہیں کہ جونا گڑھ وہ بدقسمت ریاست ہے جس کا الحاق تو پاکستان سے ہو چکا تھا لیکن عین

موقع پر بھارتی مکروفریب کا شکار ہوگئی۔اس کا شمار امیر کبیر ریاستوں میں ہوتا تھا اور اس کے نواب کی پاکستان میں شمولیت کی خواہش تھی لیکن بھارت نے شب خون مارتے ہوئے یہاں اپنی فوجیں اُتار دیں اور اس پر ناجائز قبضہ کرلیا۔

جونا گڑھ کے موجودہ نواب جہانگیر خان جی نے کہا کہ قیامِ پاکستان کے وقت ریاست کے نواب مہابت خانجی نے 15 اگست 1947ء کو پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا تھا اور اس ضمن میں معاہدے پر دستخط بھی کیے گئے تھے، اس دستاویز پر قائداعظم کے بھی دستخط ہیں تاہم بھارتی فوج نے اس پر قبضہ کرلیا۔ بھارتی قبضے کے خلاف سلامتی کونسل میں ایک قرارداد آج بھی اس کے ایجنڈے میں موجود ہے۔ پاکستان کشمیر کی طرح یہ معاملہ بھی عالمی سطح پر اٹھائے بلکہ اقوامِ متحدہ بھارتی تسلط ختم کروائے۔نواب جہانگیر نے کہا کہ میرے دادا نواب مہابت خانجی نے اس وقت ریاست کے دفاع، خارجہ اور مواصلات کے شعبے پاکستان کے حوالے کیے تھے۔حکومت پاکستان نے نواب مہابت اور میرے والد دلاور خانجی کے انتقال کے بعد مجھے اگلا نواب تسلیم کیا تھا۔نواب جہانگیر خانجی نے کہا کہ انہوں نے 2010ء میں پاکستان کی وزارت خارجہ کو خط لکھا جس کے جواب میں اس نے واضح کیا کہ ہم جونا گڑھ کو مقبوضہ ریاست گردانتے ہیں اور اس مقدمے کی حمایت کرتے ہیں۔ 1972ء کے صدارتی آرڈیننس میں قیام پاکستان کے وقت موجود تمام ریاستوں کے حکمرانوں کے حقوق کو تسلیم کیا گیا تھا۔لیکن جونا گڑھ کا مقدمہ مختلف ہے کیونکہ دیگر ریاستوں کی طرح اس کا الحاق پاکستان سے نہ ہوسکا حالانکہ آئینی طور پر اس کا حصہ ہے جونا گڑھ کی پاکستان کے ساتھ الحاقِ قرارداد منظور کر کے ملکہ الزبتھ اور لارڈ ماونٹ بیٹن کے پاس بھی بھیجی جا چکی تھی اور لارڈ ماونٹ بیٹن اور ملکہ کے جوابی خطوط کی نقول بھی موجودہ نواب جہانگیر خانجی کے پاس موجود ہے مگر ہوا اس کے برعکس بھارت نے کئی مسلم اکثریتی علاقوں کو غاصبانہ طور پر اپنے ساتھ شامل کرلیا جس کی دو بڑی مثالیں مقبوضہ کشمیر اور ریاست جونا گڑھ ہیں۔

ریاست جونا گڑھ 4600 مربع میل پر مشتمل ہے۔ 1748ء میں ریاست جونا گڑھ قائم ہوئی۔ 1807ء میں یہ برطانوی زیر حمایت ریاست بن گئی۔ 1818ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس کا کنٹرول سنبھال لیا لیکن سوراشٹر علاقہ برطانوی راج کے...... براہ راست کبھی نہیں آیا۔اس کے ہمسائے برطانیہ نے اسے ایک سو سے زیادہ نوابی ریاستوں میں تقسیم کر

دیا تھا جو کہ 1947ء تک قائم رہیں۔ موجودہ پرانا شہر جو کہ انیسویں اور بیسویں صدی کے دوران ترقی پایا سابقہ نوابی ریاستوں میں سے ایک ہے۔ اس ریاست کے نواب کو 13 توپوں کی سلامی دی جاتی تھی۔ ریاست کا کراچی سے سمندری فاصلہ 480 کلومیٹر ہے یعنی کراچی سے صرف 44 میل کے فاصلے پر ہے۔

جونا گڑھ کی کئی سوسالہ تاریخ ہے اور اس طویل تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ریاست کی خوشحالی اور امن وامان کا منظر نمایاں ہوجاتا ہے۔ ریاست جونا گڑھ کے پہلے نواب بہادر خان ہیں جنہیں اس وقت کے ہندوستان کے بادشاہ شاہ محمد نے شیر خان کے خطاب سے نوازا تھا۔ 1748ء سے 2015ء تک نوابین کی کئی نسلیں جونا گڑھ ریاست کی حکمران رہیں۔ 9 نومبر 1947ء میں بھارتی قبضے کے بعد کا دور بھی نوابین کی تین نسلوں پر محیط ہے۔ مگر یہ ریاست ابھی تک آزاد نہیں ہوسکی۔ ان سالوں میں کسی بھی حکومت نے ریاست کا پاکستان سے الحاق کی زیادہ سنجیدہ کوشش نہیں کی اور نہ اس مسئلے کو عالمی سطح پر اجاگر کیا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت صرف کراچی میں ریاست جونا گڑھ کے 20 لاکھ افراد رہائش پذیر ہیں۔ وہ اس امید پر ہیں کہ کبھی ریاست سے بھارت کا غاصبانہ قبضہ ختم ہو کر رہے گا اور جونا گڑھ پاکستان کا حصہ بن جائے گا جو ان کا دیرینہ مطالبہ ہے اور ان کا حق بھی۔ بھارت نے قبضے کے بعد ریاست کی اراضی اور نواب کے محلات پر قبضہ کر کے انہیں سیل کر دیا گیا تھا، جن کے باعث قلعہ جات کی تباہی اور بربادی کی منہ بولتی داستان دنیا کے سامنے ہے۔ اس ضمن میں نواب ریاست آف جونا گڑھ نے اپنا مقدمہ اقوامِ متحدہ میں دائر کیا تھا مگر اس مقدمے کا فیصلہ نہیں ہوسکا۔

1947ء میں آزادی کے وقت ریاست جونا گڑھ کی اکثر آبادی مسلمانوں پر مشتمل تھی جس کی بنیاد پر یہ ریاست پاکستان سے الحاق کی متمنی تھی جو کہ فطرت کے بھی عین مطابق تھا کیونکہ پاکستان دوقومی نظریے کی بنا پر ہی وجود میں آیا تھا اور اس کی بنیادی شق یہ تھی کہ جو مسلم اکثریت والے علاقے ہوں گے وہ تمام کے تمام پاکستان میں شامل کیے جائیں گے اور جو ہندو اکثریتی علاقے ہوں گے انہیں بھارت میں شامل کیا جائے گا۔ اب جو ہندو اکثریتی علاقے تھے ان کا الحاق تو بھارت نے اپنے ساتھ کر دیا لیکن مسلم اکثریتی ریاستیں مقبوضہ کشمیر، جونا گڑھ، حیدر آباد اور منادر کی آزادی کو سلب کر کے انہیں خود میں جبراً شامل کرلیا۔ برطانوی قانون دان سر ریڈکلف نے

انتہائی جانب داری سے کام لیتے ہوئے پاکستان کے ساتھ بد دیانتی کا مظاہرہ کیا تو دوسری طرف بھارت نے بھی ریاستوں کے الحاق میں نت نئے مسائل کو جنم دیا۔ جنوبی ہند کی دو بڑی ریاستوں ٹراؤنکورراور حیدرآباد دکن نے خود مختار رہنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن بھارت نے قانون آزادی پسند کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے ان پر فوج کے ذریعے قبضہ کرلیا۔

نواب مہابت خانجی کے پوتے نواب جہانگیر خانجی اب بھی جوناگڑھ کی آزادی کے لئے کوشاں ہیں۔ انہوں نے یوم الحاق جوناگڑھ پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں ریاست پر بھارتی قبضہ کے خلاف آواز بلند کرتا رہوں گا۔

1948ء سے اب تک جونوابین گزرے ہیں وہ یہ ہیں: نواب محمد بہادر خان، نواب محمد مہابت خان، نواب محمد حامد خان، نواب محمد بہادر خان دوئم، نواب محمد حامد خان دوئم، نواب سر محمد مہابت خان دوئم، نواب محمد بہادر خان سوئم، نواب سر محمد رسول خان جابی، مسٹر ایچ ڈی رینڈل ایڈ منسٹریٹر آف جوناگڑھ، کرنل نواب محمد مہابت خانجی، کرنل نواب محمد دلاور اور خان جی سابق گورنر سندھ نواب محمد جہانگیر خانجی اب تک اور ولی عہد نواب زادہ علی مرتضیٰ خانجی۔

ریاست جوناگڑھ بھارت کی پہلی ریاست تھی جس نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا تھا۔ لیکن بھارتی قبضے سے ریاست کے نواب کا پاکستان میں شامل ہونے کا خواب ادھورا رہ گیا۔ جوناگڑھ پر قبضے کے بعد پاکستان کے وزیر خارجہ ظفر اللہ نے اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس میں 18 فروری 1948ء میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ سلامتی کونسل کے اراکین دستاویز نمبر (2) سیکشن (B) کی طرف توجہ فرمائیں تو مسئلہ جوناگڑھ کا مختصر احوال ملے گا۔ اس دستاویز کے چوتھے حصے کے حتمی پیراگراف (C-2 اور D) میں سلامتی کونسل سے گزارش کی گئی ہے کہ وہ کمیشن (یا کمیشنوں) کے ذریعے ''C'' اور جوناگڑھ، منادر اور دیگر کاٹھیاوار دار ریاستیں جو کہ پاکستان سے الحاق کر چکی ہیں وہاں سے ہندوستانی افواج اور انڈین سول بیوروکریٹس کو ہٹا کر یہ ریاستیں قانونی حکمرانوں کے حوالے کی جائیں۔ 'D' یہ ریاستیں جن کا تذکرہ 'C' میں کیا گیا ہے ان کے باشندوں کو جوان ریاستوں سے جبراً نکال دیے گئے ہیں یا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوئے ہیں، دوبارہ ان کے مکانات، زمین اور جائیداد واپس دلوائی جائیں، امداد پہنچائی جائے۔ نیز ہندوستان کے فوجیوں، سول حکام اور مداخلت کاروں کی غیر قانونی کارروائیوں کی وجہ سے جو

نقصان ہوئے ہیں ان کا معاوضہ دلایا جائے۔جس طرح تشکیل پاکستان ایک تاریخی واقعہ ہے عین اسی طرح الحاق جونا گڑھ بھی اپنے اندر کئی تاریخی پہلو لیے ہوئے ہے لیکن بدقسمتی سے اس اہم واقعے کو بھی نہایت بے حسی کے ساتھ بھلا دیا گیا ہے۔ الحاق جونا گڑھ کا فیصلہ بھارتی حکمرانوں کے لئے نا قابل برداشت تھا۔ ہندوستان کے حکمرانوں نے نواب مہابت خانجی کو لالچ، دھمکیوں اور حیلوں سے ورغلانے اور دھمکانے کی کوشش کی لیکن نواب کے قدم نہ ڈگمگا سکے۔ افسوس جونا گڑھ کا کیس اقوام متحدہ میں فائل ہونے کے بعد آج تک اس مسئلے سے متعلق کوئی ٹھوس اقدامات نہیں اٹھائے جا سکے۔ مسئلہ جونا گڑھ پر اقوام متحدہ کی خاموشی مضحکہ خیز ہے۔ حالانکہ جونا گڑھ پاکستان کا آئینی وقانونی حصہ ہے۔

ریاست جونا گڑھ کے الحاق کے خلاف بھارت کا یہ استدلال تھا کہ جونا گڑھ اور منادر کے پاکستان میں شامل ہونے سے بھارت کی سلامتی کا خطرہ لاحق ہوگا۔ جونا گڑھ کے نواب کو رائے شماری کروانا چاہیے تا کہ عوام کی رائے معلوم ہو سکے اور یہ رائے شماری ہندوستان اور جونا گڑھ اور ریاست کی مشترکہ نگرانی میں ہونی چاہیے۔اس سے کچھ ہفتے قبل بھارت کشمیر میں رائے شماری ٹھکرا کر وہاں کے ہندو راجہ کے الحاق کی خواہش کی رٹ لگا رہا تھا لیکن جونا گڑھ کے معاملے میں حکمران کی خواہش کے برعکس عوام کی صوابدید کا پرچار کرنے لگا۔ یہ نظریاتی تضاد درحقیقت ہندوستان کی جارحانہ حکمت عملی کا ایک حصہ تھا۔ بہرحال ریاست میں رائے شماری محض ایک دکھاوا تھا دراصل وہ جونا گڑھ کو ہڑپ کرنے کے منصوبے پر عمل کرنا چاہتا تھا۔ ہندوستان نے اپنی فوجیں ریاست میں داخل کر دیں۔ ریاست کے رسل و رسائل کے ذرائع کو منقطع کر دیا۔ ریلوے اور سڑکوں کو کاٹ دیا گیا۔جس کے نتیجے میں ریاست کی معیشت پر بڑا اثر پڑا۔ ہندوستان نے ایک اور قدم یہ اٹھایا کہ یہاں ایک عبوری حکومت قائم کر کے ریاست کا نظم ونسق ہی تباہ کر دیا۔ پھر اس نے بین الاقوامی رائے عامہ کو دھوکہ دینے کے لیے گفت وشنید کا اعلان کر دیا۔ پاکستان حکومت نے رائے شماری کی تجویز پیش کی لیکن بھارت ٹال مٹول سے کام لیتا رہا ادھر ریاست میں اندرونی حالات ابتری کا شکار ہو رہے تھے بھارت نے جونا گڑھ پر بزورِ شمشیر ناجائز تسلط جما لیا۔

ایک عظیم نعت گو و ماہر علوم اسلامی
جسٹس رانا بھگوان داس بھگوانؔ

سیّد بلال احمد بخاری

میں لکھتا رہا نعت اور حق نے شب بھر
قمر کو میری پاسبانی میں رکھا

ڈھلتے سورج کی شام ایک دن راقم خورشید نیشنل لائبریری میں کچھ منتخب شدہ کتابوں کے مطالعہ کے لیے گیا وہاں اچانک ایک رسالہ میری آنکھوں سے گذرا راقم نے جب رسالہ کے اندر ایک مضمون جو جسٹس رانا بھگوان داس بھگوانؔ کے حوالہ سے لکھا ہوا تھا، کو دیکھا تو پڑھنے کا اتفاق ہو گیا۔ جسٹس رانا بھگوان داس بھگوانؔ کی زندگی پہ لکھا گیا یہ مضمون پڑھ کر راقم بہت متاثر ہوا بالخصوص جب اس کالم میں جسٹس صاحب کے لکھے ہوئے چند اشعار پڑھے جو انہوں نے سرور دو عالم ﷺ کی شان میں لکھے تھے تو راقم کا دل ذوق اور شوق سے بھر گیا اور دل سے کچھ الفاظ حسنِ تصور کی دنیا میں پہنچے کہ ایک غیر مسلم ہندو شخص نے تاجدار کائنات ﷺ کی شان اقدس میں جس قدر ذوق اور عشق میں ڈوب کر یہ اشعار لکھے یہ انہی کا خاصا ہے راقم کے دل میں بھی یہ آرزو پیدا ہوئی کہ چونکہ دسمبر کی 20 تاریخ کو جناب جسٹس رانا بھگوان داس بھگوانؔ کا یوم پیدائش بھی ہے اسی نسبت سے اس عظیم علمی، قانونی نعت گو اور ماہر علوم اسلامی شخصیت جناب جسٹس رانا بھگوان داس بھگوان کی شاعری اور ان کی زندگی کے حالات پر Search کر کے ایک مضمون قلم بند کیا جائے تا کہ اہل ذوق وشوق، اصحاب مہر و وفا، وارثان علم ومحبت بھی فیض یاب ہو سکیں اور اس امید سے کہ

ے دعائیں دیں میرے بعد آنے والے میری وحشت کو
بہت کانٹے نکل آئے میرے ہمراہ منزل سے

جسٹس رانا بھگوان داس بھگواؔن 20 دسمبر 1942ء کو سندھ کے ضلع لاڑکانہ کے شہر نصیرآباد میں پیدا ہوئے، انہوں نے ابتدائی تعلیم سندھ کے مختلف تعلیمی اداروں میں حاصل کی، آپ نے اسلامیات میں ایم اے کی اور Llb،Llm کی ڈگریاں بھی حاصل کیں، جسٹس رانا بھگوان داس بھگوان نے 1965ء میں وکالت کا آغاز کیا اور صرف دو سال بعد 1967ء میں عدلیہ کا حصہ بن گے وہ شروع میں سول جج بعد میں سیشن جج بنے مابعد 1994ء میں سندھ ہائی کورٹ کے جج بن گے پھر 2000ء میں ترقی پا کر سپریم کورٹ آف پاکستان کے جسٹس تعینات کردیے گے جہاں انہوں نے چیف جسٹس آف پاکستان کے بعد سینئر ترین جج کے طور پر فرائض سرانجام دیے۔ 2005ء و 2006ء میں قائم مقام چیف جسٹس آف پاکستان (Acting chief justice of Pakistan) بھی رہے اور 2007ء میں پھر قائم مقام چیف جسٹس آف پاکستان رہے۔ نومبر 2009ء تا دسمبر 2012ء فیڈرل پبلک سروس کمیشن کے سربراہ بھی رہے۔
آپ کے فیصلے قوم کی امانت اور عدلیہ کی تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ جسٹس رانا بھگوان داس بھگوان ٹھنڈے مزاج کے حامل تھے آپ ایک شریف اور اصول پرست آدمی تھے سادگی میں زندگی گزارنا پسند کرتے تھے اپنی زندگی سادگی میں ہی گزار دی آپ کا لباس بھی سادہ ہوتا تھا آپ ہر معاملے میں میانہ روی اختیار رکھتے تھے۔ آپ کو علم و ادب، قانون اور بالخصوص علوم اسلامی میں خاص دلچسپی تھی آپ شعروسخن میں بہت زیادہ ذوق وشوق رکھتے تھے شاعری میں آپ اپنا تخلص ''بھگواؔن'' رکھتے تھے۔ آپ نے کئی نعتیہ کلام بھی لکھے سرکار دو عالم ﷺ سے جس قدر آپ کو محبت اور عقیدت تھی وہ ان کے لکھے اشعار واضح بولتے ہیں تاجدار کائنات ﷺ کی شان اقدس میں آپ لکھتے ہیں کہ

محمد مصطفیٰ ﷺ ہو، زینت کون و مکاں تم ہو
بعد جان و دلم قرباں کہ میری جانِ جاں تم ہو
کہاں انساں، کہاں بھگواؔن کہ سب سے جلوہ جاناں
یہ سب پردے تمہارے ہیں اسی میں ضوفشاں تم ہو

اگرچہ جسٹس رانا بھگوان داس بھگوانؔ ایک ہندو ہیں لیکن پھر بھی سید دو عالم ﷺ سے آپ کی محبت اور عقیدت کا یہ عالم ہے کہ آپ تاجدار کائنات ﷺ کی ذات اقدس کو کون ومکاں کی زینت کہتے ہیں اور اپنی جان بھی آپ ﷺ پر قربان کرنے کے لیے تیار ہیں کہتے ہیں کہ دنیا و کون ومکاں آپ ﷺ کی وجہ سے بنے۔ اپنی زندگی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اور منکر رسول ﷺ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

ذکر محمد ﷺ کی خاطر ہے   سانس کا میری آنا جانا
آپ ﷺ کے منکر کو بھگوانؔ نے   انسان نہ سمجھا، انسان نہ جانا

جسٹس رانا بھگوان داس بھگوانؔ کے دل میں حضور ﷺ کی محبت تو تھی ہی اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے شہر مدینہ اور اسکی گلیوں سے بہت زیادہ محبت تھی اپنی قسمت کی خوش قسمتی آپ اس کو سمجھتے ہیں کہ مدینہ پاک میں جا کر حاضری دیں اور وہاں پر حاضری کے لیے اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار ہیں اسی محبت اور جستجو کو قلم بند کرتے ہیں کہ!

سوئے ارض محبوب ﷺ جاؤں گا یارو   میں تقدیر اپنی بناؤں گا یارو
کوئی مجھ کو روکے، میری جان لے لے   میں جاؤں گا، جاؤں گا، جاؤں گا یارو

جسٹس رانا بھگوان داس بھگوانؔ اکثر دنیائے عشق میں ڈوب کر شعر لکھتے اور پڑھتے اور ان کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے لکھے ہوئے اشعار اپنے ساتھی ججز کو سناتے اور خوب داد و تحسین سمیٹتے آپ کے ساتھی ججز اور دوست احباب آپ کی شاعری کو بہت زیادہ پسند کرتے اور دل سے سنتے آپ ایک سادہ ماحول میں رہ کر تنہائی میں شاعری کرتے۔ سرور عالم ﷺ سے آپ کی محبت اس قدر تھی کہ آپ نے معراج نبی ﷺ کے حوالے سے بہت دلنشین انداز میں نعت لکھی اس کے علاوہ بھی آپ نے بہت سی نعتیں اور بھی لکھیں آپ سرور کونین ﷺ کی شان میں ایک نعت لکھتے ہیں کہ

عرش حق کی طرف جب چلے مجتبیٰ   جلوہ آراء تھا ہر سمت نور خدا
کہکشاں سے بنا اک نیا راستہ   فرش خاکی تا سدرۃ المنتہیٰ
احتراماً تھے ایستادہ جن و ملک   نغمہ گر حو رو غلماں تھے صل علیٰ
نعرہ کرتے تھے سب اصفیا اتقیاء   آج دولہا بنا سید الانبیاء ﷺ

عرش اعظم سے آنے لگی یہ صدا — مرحبا مصطفیٰ ﷺ ،مرحبا مصطفیٰ ﷺ
پہنچے معراج میں جب رسول خدا — کائنات دو عالم سے آئی صدا
جب خودی کی حقیقت سے پردہ اٹھا — پھر کہاں دوسرا میں رہا دوسرا
حسن اور عشق میں آج پردہ کشا — فرش پہ مصطفیٰ عرش میں کبریا
شان معراج سے بس یہ عقیدہ کھلا — مرکز عشق ہیں خاتم الانبیاء ﷺ
لانبی بعدی ہے قول محبوب حق — ورد اس کا ہے بھگوانؔ صبح و مسا

جسٹس رانا بھگوان داس بھگوانؔ کی شاعری آج بھی تاریخ کے صفحات پر روشن باب کی طرح موجود ہے آپ نے جس طرح اشعار قلم بند کیے اس سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ نے بہت تڑپ اور جستجو کے ساتھ شعروشاعری کی ہے آپ ایک عظیم نعت گوشخصیت تھے اپنی زندگی میں بہت سے مواقع پر انمول شاعری کی۔شاعری میں آپ بہت زیادہ محنت کرتے اور تصورات کی دنیا میں کھوکر ایک نئی دنیا روشن کرتے۔جسٹس رانا بھگوان داس بھگوانؔ کو نبی پاک ﷺ کے نواسوں اور حضور ﷺ کی نور نظر، لخت جگر حضرت فاطمہؓ سے کس قدر عقیدت تھی کہ وہ اپنی شاعری میں ان کا ذکر بھی کرتے ہیں۔آپ نے ایک اور موقع پر اپنی محبت اور عقیدت کے پھول بحضور سرور دوجہاں ﷺ بذیل الفاظ میں نچھاور کیے جو نذر قارئین ہیں!

نبی مکرم ﷺ شہنشاہ عالی — بہ اوصاف ذاتی و شان کمالی
جمال دو عالم تیری ذات عالی — دوعالم کی رونق تیری خوش جمالی
خدا کا جو نائب ہوا ہے یہ انساں — یہ سب کچھ ہے تیری ستودہ خصالی
تو فیاض عالم ہے داتائے اعظم — مبارک تیرے در کا ہر اک سوالی
نگاہ کرم ہو نواسوں کا صدقہ — تیرے در پہ آیا ہوں بن کے سوالی
میں جلوے کا طالب ہوں اے جان عالم — دکھا دے دکھا دے وہ شان جمالی
تیرے آستانہ پہ میں جان دوں گا — نہ جاؤں، نہ جاؤں، نہ جاؤں گا خالی
تجھے واسطہ حضرت فاطمہ کا — میری لاج رکھ لے دوعالم کے والی
نہ مایوس ہونا یہ کہتا ہے بھگوانؔ — کہ جود محمد ﷺ سب سے نرالی

جسٹس رانا بھگوان داس بھگوانؔ نے جس طرح شعروشاعری کی ہے میرا تو وجدان کہتا ہے کہ آپ کی شاعری کا ہر ہر لفظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے آپ کی شاعری ہمیشہ تاریخ کے باب میں جگمگاتی رہے گی اور لوگ اس سے فیض یاب ہوتے رہیں گے چونکہ اخبار کا صفحہ تنگی داماں پرشا کی ہے اس وجہ سے مختصر کرر ہا ہوں۔آخر کار وہ وقت بھی آ گیا جب شعروسخن، علم وادب، مہرووفا اور قانون وعلوم اسلامی سے محبت، زوق اور شوق رکھنے والا یہ عظیم انسان 23 فروری 2015ء کو 73 برس کی عمر میں دل کے عارضے میں کراچی کے ایک نجی ہسپتال میں زیر علاج تھے کہ ادھر ہی روشنیوں کے شہر میں ان کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا اور وہ انجہانی ہو گے مگر ان کی خدمات ہمیشہ زندہ رہیں گی۔آخر میں جسٹس رانا بھگوان داس بھگوانؔ کا وہ کلام جو نذرانہ سلام آپ نے امام الانبیاء ﷺ کی شان میں لکھا۔

السلام اے شاہ خوباں السلام　　نازش و رشک حسیناں السلام
شہر یار عالم حسن و جمال　　تاجدار دیں و ایماں السلام
روئے تو ﷺ آئینہ اسرار حق　　راز دار سر یزداں السلام
مظہر انور خالق روئے تو　　جلوہ گاہ نو ر رحماں السلام
محرم اسرار تخلیق جہاں　　اے بنائے بزم امکاں السلام
ذات تو سرمایہ قلب و جگر　　جان شوق و روح ارماں السلام
عظمت اولاد آدم ذات تو　　السلام اے فخر انساں السلام

اُمتِ مسلمہ پنجۂ یہود میں!

یہود کی کامیاب منصوبہ بندی!

(حصہ دوم۔ گزشتہ ماہ دسمبر 15ء کی اشاعت سے پیوستہ)

عبدالرشید ارشد

برطانیہ اور یہودی: اعلان و معاہدہ بالفور

جنگ عظیم اوّل کے لئے یہود نے بڑی منصوبہ بندی کے ساتھ اپنے طور پر فریقین جنگ بھی طے کیے تھے کیونکہ اس جنگ کے ساتھ یہود نے اپنے مفادات وابستہ کر رکھے تھے۔ چنانچہ یہود کے راہنما 'ویزمین' نے یہودی قوم کی طرف سے حکومت برطانیہ کو یقین دلایا تھا کہ:

☆ ''جنگ عظیم اوّل میں تمام یہودی سرمایہ اور دنیا کے تمام یہودیوں کی دماغی صلاحیتیں اور ساری قوت و اہلیت انگلستان اور فرانس کے ساتھ آسکتی ہیں بشرطیکہ آپ ہمیں (یہود کو) یہ یقین دلا دیں کہ فتح یاب ہونے کی صورت میں آپ یہودیوں کو فلسطین بطور آزاد قومی وطن کا تحفہ دیں گے۔''

(بحوالہ ''عصر حاضر کے مسائل اور ان کا حل'' صفحہ 156، سیّدابوالاعلیٰ مودودی)

1917ء میں برطانوی حکومت اور یہود کے درمیان معاہدہ طے پا گیا کہ دنیا کے یہودی جنگ عظیم میں برطانیہ کا بھرپور ساتھ دیں گے اور جنگ کے بعد برطانیہ فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام میں مددگار رہوگا اس معاہدے کی توثیق کرنے کے لئے برطانوی حکومت کی طرف سے سیکرٹری خارجہ آرتھر بلفور نے یہودی روتھ شیلڈ کو خط لکھا:

☆ ''بنام روتھ شیلڈ/ راتھس چائلڈ

’’ہز میجسٹی کی حکومت فلسطین میں یہودی قوم کے لئے یہودی وطن کے قیام کو حمایت کی نظر سے دیکھتی ہے اور اس مقصد کے حصول کی خاطر تمام سہولتیں بہم پہنچانے کی انتہائی کوشش کرے گی۔ یہ بات واضح طور پر تسلیم کر لی گئی ہے کہ فلسطین میں موجود غیر یہودی قوموں کے شہری اور مذہبی حقوق اور سیاسی حیثیت کے خلاف جو انہیں دوسرے ملکوں میں حاصل ہیں کوئی اقدام نہیں کیا جائے گا۔ ممنون ہوں گا اگر میرا یہ اعلان صہیونی فیڈریشن تک پہنچا دیا جائے‘‘۔ (دستخط آرتھر جیمس بالفور)

(بحوالہ "THE GIN AND THE OLIVE BRANCH" صفحہ 38/59، ڈیوڈ ہرٹ)

ملتِ مسلمہ کی ہمہ جہت بڑھوتری اور ملتِ کفر کے اقدامات

’’تہذیبوں کے تصادم‘‘ کے تجزیہ کار سیموئل ہنٹنگٹن نے عملی زندگی کے اہم شعبہ جات میں ملت کفر کے مقابلے میں ملت مسلمہ کی تدریجی بڑھوتری کو دکھایا تو ملت کفر نے اپنی بقا کی خاطر مختلف شعبہ ہائے زندگی میں عملی اقدامات تجویز کیے۔ تجویز کنندگان (یہود) کہیں پس پردہ ہیں تو کہیں سامنے بھی ہیں۔

☆ ’’1974ء کے آغاز میں امریکہ نے ایک خصوصی کمیٹی بنائی جس کا کام 2000ء تک درپیش خطرات کی نشاندہی کرنا تھی۔ اس کمیٹی کے پے در پے چار اجلاس ہوئے جس کے بعد اپریل 1974ء میں اپنی سفارشات مرتب کیں جنہیں کمیٹی کے سربراہ معروف یہودی ہنری کیسنجر نے رپورٹ S-200 کا نام دے کر مئی کے پہلے ہفتے میں صدر نکسن کو پیش کیا۔ اس رپورٹ میں تیسری دنیا میں بالعموم اور بالخصوص پاکستان، مصر، بنگلہ دیش، ترکی، نائیجیریا اور انڈونیشیا جیسے ملکوں کو اِن کی بڑھتی آبادی کے سبب اگلے 25 سال میں امریکہ کے لئے خطرہ قرار دیا گیا تھا۔

ماہرین نے خیال ظاہر کیا کہ مسلم دنیا کی آبادی بڑھنے سے ان ممالک کی سیاسی، عسکری اور معاشی قوت میں اضافہ ہوگا۔ ان ممالک سے نکلنے والا خام مال جس سے یورپ و امریکہ کے کارخانوں کی چمنیاں گرم ہوتی ہیں، آنا بند ہو جائے گا لوگوں میں

قدرتی وسائل کو اپنے قبضے میں رکھنے کا شعور بیدار ہوگا۔‘‘

16 اکتوبر 1975ء کو ہنری کیسنجر نے ’’ارجنٹ اینڈ کانفیڈنیشل‘‘ کے ٹیگ کے ساتھ یہ رپورٹ S-200 صدر فورڈ کو بھیجی۔ اس خط کے ٹھیک 10 روز بعد 26 اکتوبر 1975ء کو وائٹ ہاؤس سے مسٹر اسکوکرافٹ کے دستخطوں سے یہ منظور ہو کر باہر آئی۔ اس ڈائری کا نمبر 3K1 تھا اور اس کی نقول وزارتِ دفاع، خزانہ، خارجہ، آرمی چیف اور ڈائریکٹر CIA جارج بش کو بھیجی گئیں۔ اس آرڈر کے تحت مذکورہ 6 ممالک میں ’نس بندی‘ کے فوری احکامات دیے گئے:

1۔ مسلم ممالک میں خاندانی منصوبہ بندی کے لئے بھرپور مہم چلائی جائے اور مذہبی عناصر مخالفت کریں تو سختی سے ’کرش‘ کر دیا جائے۔

2۔ سائنسی طریقوں، ہتھکنڈوں اور غیر محسوس طریقے سے خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف کام کرنے والے مذہبی عناصر کو معاشرے سے کاٹ دیا جائے۔

3۔ IMF کے ذریعے ان ممالک کو شدید ترین اقتصادی دباؤ میں لایا جائے۔

4۔ مقامی دانشوروں، ادیبوں، فنکاروں، شاعروں اور ماہرین کو استعمال کیا جائے جو لوگوں کو ’’آبادی بڑھنے‘‘ سے ’’قحط بڑھنے‘‘ کے خطرہ سے خوف میں مبتلا کریں۔

5۔ جنگ سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں جس سے آبادی کم ہو؛ لہٰذا مسلم دنیا میں باہمی تنازعات کو ہوا دی جائے۔ (مثلاً شط العرب کے مسئلہ پر عراق و ایران کی 11 سالہ جنگ جسے عرب و عجم کی جنگ بنایا گیا تھا، عراق و کویت کا قضیہ وغیرہ) (بحوالہ ’’کالم‘ ایک روٹی کا سوال ہے بابا‘‘ روزنامہ خبریں لاہور۔ ’’لمحہ لمحہ پھسلتے قدم‘‘ عبدالرشید الرشد، صفحہ 131/132، جوہر پریس جوہرہ آباد 2004)

امریکی رپورٹ کی منظوری کے بعد پاکستان کے وزیر خزانہ/وزیر اعظم شوکت عزیز اور امریکی شاطر کولن پاؤل کے دستخطوں سے ایک معاہدہ طے پایا جس کی رو سے پاکستان کو بہبود آبادی کے ’مقدس‘ کام کے لئے 6 کروڑ 80 لاکھ ڈالر کی امداد ملے گی۔ (بحوالہ مذکورہ) چنانچہ مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ غیر ملکی خطیر امداد اور فنی حوصلہ افزائی کے ساتھ مسلم ممالک خصوصاً پاکستان میں بہبود آبادی کے خوبصورت غلاف میں لپیٹ کر خاندانی منصوبہ بندی یا نس بندی شروع کر دی گئی اور ’ماہرین‘ (ڈاکٹر حضرات) نے ذاتی مفادات کی خاطر یہ زہر قوم کی رگوں میں اتارنا شروع کر دیا۔

امریکی یورپی امداد سے بہبود آبادی کے بداثرات

ضبط تولید کی گولیاں اور فالج

1۔ ’’ڈاکٹر وادی میر ہاچنکی کے مطابق اوٹاریو میں فالج کی مجموعی تعداد میں %17 اضافہ ہوا۔ ڈاکٹر ہاچنکی نے یہ بات سپریم کورٹ میں دائر ایک مقدمہ کی سماعت کے دوران بتائی۔ پالین نجان نامی ایک خاتون نے آرتھوفارماسیوٹیکل (کینیڈا) کے خلاف درخواست میں عدالت کو بتایا کہ اس کمپنی کی تیار کردہ ضبط تولید کی گولیاں استعمال کرنے سے اس پر 1971ء میں فالج کا حملہ ہوا جس کی وجہ سے اس کا بایاں ہاتھ اور پاؤں مستقل طور پر بے کار ہو گیا ہے۔ اس پر یہ حملہ 23 سال کی عمر میں ہوا تھا۔‘‘

کینیڈا کے ایک ممتاز ماہر اعصاب کے مطابق اب تک کے مشاہدات کی روشنی میں یہ کیا جاسکتا ہے کہ جب سے یہ ضبط تولید کی گولیاں استعمال ہونے لگی ہیں خواتین پر فالج کے حملوں کا سلسلہ تیز ہو گیا ہے۔ ان کے مطابق 1967ء اور 1968ء میں ان گولیوں کو عوام میں متعارف کرانے کے بعد انہیں استعمال کرنے والی %57 خواتین فالج میں مبتلا ہوئیں۔‘‘

(بحوالہ ’’ہمدرد صحت کراچی‘‘ صفحہ 86 شمارہ ستمبر 85)

2۔ ’’شاہدہ اور اس کا خاوند پیشے کے اعتبار سے سائنسدان ہیں۔ شاہدہ کہتی ہے کہ شادی سے قبل میری صحت کا کبھی کوئی مسئلہ کھڑا نہ ہوا تھا۔ لیکن شادی کے بعد جب مانع حمل گولیاں استعمال کیں تو یہ میری بیماری کا سبب بن گئیں۔ میں ہی نہیں میرے شوہر بھی بیمار رہنے لگے۔ جب ہماری شادی ہوئی تو ہم دونوں P.hd کے لئے ریسرچ کر رہے تھے۔ تعلیم کے دوران بچے کی پیدائش مسائل پیدا کر سکتی تھی لہٰذا ہمیں مانع حمل گولیوں ہی میں عافیت نظر آئی۔ ان کے استعمال سے صحت خراب رہنے لگی، وزن گھٹنے لگا، مزاج میں ہیجان اور چڑ چڑا پن پیدا ہو گیا، افسردگی کا شکار ہوئی، شوہر اعصابی بدنظمیوں کا شکار رہنے لگے، کبھی کبھی ہیجانی کیفیت سے بھی دوچار ہو جاتے۔‘‘

(بحوالہ ’’ہمدرد صحت کراچی‘‘ شمارہ جولائی 84ء، صفحہ 6-5)

3۔ ’’مانع حمل کی تدبیر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورت کے عصبی نظام میں سخت برہمی پیدا ہو جاتی

ہے اس میں بدمزاجی اور چڑ چڑاپن پیدا ہوجاتا ہے۔ جب اس کے جنسی جذبات کی تسکین نہیں ہوتی تو شوہر کے ساتھ تعلقات خراب ہوجاتے ہیں۔‘‘ (BRITISH NATIONAL 'BIRTH RATE' COMMISSION REPORT)

4۔ ’’ضبط ولادت کے ٹیکے، کنڈوم، یا جراثیم کش دوائیں، گولیاں اور فرز جے وغیرہ جو بھی ہوں، کے مسلسل استعمال سے عورت میں اعصابی ناہمواری، پژمردگی، افسردہ دلی، طبیعت کا چڑ چڑاپن، اشتعال پذیری، غمگین حالات کا ہجوم، بدخوابی، پریشان خیالی، دل و دماغ کی کمزوری، دورانِ خون کی کمی، ہاتھ پاؤں کا سن ہوجانا، ایامِ ماہواری میں بے قاعدگی پیدا ہونا لازمی اثرات ہیں۔‘‘ (DR.RONIAL DEUCAS) (بحوالہ ’’صدق جدید‘‘ لکھنو شمارہ 18 نومبر 1960)(DR.MARY SCHAELAIB, FORTY YEARS EXPERIENCE)

5۔ ’’ضبط تولید کے لئے جرمنی کی فارماسیوٹیکل کمپنی SAHERING کی اپنی شہادت کے مطابق (کمپنی کے ٹیکہ کی ڈبیہ میں تفصیل کے مطابق جو اس معلوماتی لٹریچر کے تیسرے کالم کے آخری پیراگراف میں درج ہے) اس کے ٹیکہ NORIGEST کے استعمال سے خواتین میں کینسر بھی ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں دوسری بیماریوں کا ذکر بھی ہے۔ (بحوالہ ’’لمحہ لمحہ پھسلتے قدم‘‘ صفحہ 134، مطبوعہ جوہر پریس 2004ء)

مسلم اُمّہ کے خلاف یہ ہے یہود کا مرتب کردہ اور امریکہ و یورپ کی ’’مالی معاونت‘‘ سے پھیلایا مؤثر ’’سائنسی جال‘‘، جسے مسلمان کہلوانے والے ماہر ڈاکٹروں کے ذریعے، میڈیا کی معاونت سے نصف صدی سے زیادہ عرصہ میں پھیلایا گیا اور لاتعداد شکار، قبیح بیماریوں میں مبتلا ہوکر ’شہرخموشاں‘ میں جا بسے تو کچھ رخت سفر باندھتے دیکھے جاتے ہیں۔ محکمہ بہبودِ آبادی پوری آب وتاب سے آج بھی ’’بہبودِ آبادی‘‘ کے لئے مستعد ہے۔

ملتِ مسلمہ کے خلاف دوسرا مؤثر محاذ:

صحت نہ ہو تو تعلیم خطرے میں اور تعلیم نہ ہو تو صحت خطرے میں۔ صحت اور تعلیم کسی بھی باشعور سماج و معاشرے کی بنیادی ضرورت تسلیم کی جاتی ہے۔ اب ہم مختصراً جائزہ لیتے ہیں کہ ملت مسلمہ بالخصوص پاکستان پر علم پھیلاؤ کے حوالے سے ’محسنوں‘ کی نوازشات کیا ہیں اور مرتب شدہ

اثرات کیا نتائج دے رہے ہیں۔ بہبود آبادی کے لئے جس طرح امریکہ و یورپ نے پاکستان پر 'ہن برسایا' بعینہ اسی طرح شعبۂ تعلیم ان کے''احسانات کا بارگراں'' اٹھا رہا ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے گلی کوچوں میں نجی اور سرکاری تعلیمی اداروں کی بھرمار ہے۔ ہر کسی کا دعویٰ معیار ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے آرٹیکل 31 میں مملکت کے نظامِ تعلیم کے حوالے سے یہ طے ہے کہ:

"THE MUSLIMS SHOULD BE ENABLED TO ORDER THEIR LIVES IN THE INDIVIDUAL AND COLLECTIVE SPHERES IN ACCORDANCE WITH THE TEACHING AND ENVIRONMENTS OF ISLAM AS SET OUT IN THE HOLY QURAN AND SUNNAH:-

1- STEPS SHALL BE TAKEN TO ENABLE THE MUSLIMS OF PAKISTAN INDIVIDUALLY AND COLLECTIVELY TO ORDER THEIR LIVES WHERE BY THEY MAY BE ABLE TO TEARN THE HOLY QURAN AND SUNNAH.

2- THE STATE SHALL ENDEAVOR AS RESPECTS THE MUSLIMS OF PAKISTAN:-

a) TO MAKE THE TEACHINGS OF HOLY QURAN AND ISLAM COMPULSORY TO ENCOURAGE AND FACILTATE THE LEARNINGS OF ARABIC LANGUAGE AND TO PREPARE CORRECT AND EXACT PRINTING AND PUBLISHING OF HOLY QURAN.

b) TO PROMOTE UNITY AND OBSERVANCE OF ISLAMIC MORAL STANDARDS"

آئین پاکستان کی مذکورہ شق کو سامنے رکھتے، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نظامِ تعلیم کا جائزہ لیں تو قائداعظم کی وفات کے ساتھ اِس کا قبلہ لارڈ میکالے کی فکر کا آئینہ دار بنتا چلا گیا اور ہر آنے والے حکمران نے تعلیم کے تابوت میں پہلے سے لگی فرنگی فکر کی کیل کے پہلو میں ایک اور ٹھونک کر 'حق نمک' ادا کیا اور آج کا نظامِ تعلیم، نصاب سے نصاب پڑھانے والوں تک اسی راہ پر بھگ ٹٹ بھاگ رہا ہے اور خارجی آقا ''تعلیمی یا علمی امداد'' کے حسین غلاف میں امداد دیے جا رہے ہیں۔

غیر ملکی امداد کا ایک حصہ ''مشیران'' بھی ہیں جو تعلیمی نظام میں 'اصلاحات' کے مشوروں کی آڑ میں نصابِ تعلیم کو بتدریج ''روشن خیالی'' کی منزل تک لے جانے کے لئے ہر لمحہ کوشاں ہیں اور جن کا کام غیر ملکی وظائف پر امریکہ و یورپ سے ''تربیتی استفادہ کنندگان'' سہل کرتے ہیں۔ یوں اسلامی جمہوریہ کا موجودہ نظامِ تعلیم کسی بھی طرح نظریۂ پاکستان سے ہم آہنگ نہیں رہا، نہ اس کے مستقبل قریب میں راستہ بدلنے کے بظاہر کوئی امکانات نظر آتے ہیں کہ کشتی کے ''ملاح'' وہی ہیں۔ میر کا یہ شعر کیا خوب ہے:

میر بھی کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اُسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

جس قوم کو اللہ ربّ العزت نے، اس کے منتخب کردہ محسنِ انسانیت ﷺ نے حیا کی اہمیت پر زور دیتے 'الحیاء من الایمان' (حیا جزوِ ایمان ہے) کا سبق دیا تھا، جس قوم کی باحیا مائیں اپنے معصوم بچوں کو دیوار پر بیٹھی چڑیوں کا باہم اختلاط تک دیکھنے نہ دیتی تھیں، بہانے سے ان کی نظریں دوسری طرف پھیرتی تھیں، آج ان معصوم ذہنوں کو جنسی روشن خیالی کا باقاعدہ سبق دیا جا رہا ہے جسے یاد کر کے انہوں نے امتحان پاس کرنا ہے۔ تصور کیجیے! بچہ بچی دوران پیریڈ کلاس ٹیچر سے، مرد ہو یا خاتون، تو وہ کیا وضاحت کریں گے خصوصاً مخلوط کلاس میں۔ اسی طرح گھر میں وہی بچہ بچی اپنی اماں سے، باپ سے یا کسی بڑے بہن بھائی سے یہی وضاحت پوچھنا چاہے تو وضاحت کیسے ہوگی۔ حیا کہاں ہوگا۔

دستورِ پاکستان کی شق 31 میں بیان کردہ اہداف اور بقول سابق وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی ''معیاری تعلیم'' کے لئے مرتب، ماہرین تعلیم کی کاوشوں کا شاہکار نصاب، ہم نے تقابلی مطالعے کے لئے پیش کر دیا ہے۔ یہ تعلیمی مدارج غیر ملکی NGO's کی مالی معاونت اور مشاورت سے طے پا رہے ہیں۔ جنرل پرویز مشرف کے دورِ اقتدار میں وفاقی وزیر تعلیم زبیدہ جلال نے امریکہ کا دورہ کیا اور امریکی صدر بش سے بھی ملاقات کی بعد ازاں صدر بش نے زبیدہ جلال کے لئے تحسین فرماتے ریمارکس دیے کہ

☆ ''پاکستان کی وزیر تعلیم ایک ونڈر فل وزیر خاتون ہیں۔ میں نے گزشتہ سال

واشنگٹن میں ان سے ملاقات کی تھی اور پاکستان کے نصابِ تعلیم کے بارے میں تبادلہ خیال کیا تھا......امریکہ اور پاکستان کا تعلق چھڑی اور گاجر CARROT) (AND STICK کا ہے کہ چھڑی سے دھمکاؤ اور گاجر سے بہلاؤ۔'' (بحوالہ ''لمحہ لمحہ پھسلتے قدم''صفحہ 95، جوہر پریس جوہر آباد 2004ء)

جنرل مشرف اور زبیدہ جلال کی ملی بھگت سے امریکی خواہش پر پاکستان کے 33 تعلیمی بورڈ آغا خان فاؤنڈیشن کے سپرد کردیے گئے جس پر امریکہ نے فوراً 450لاکھ ڈالر کی خطیر امداد فاؤنڈیشن کے لئے منظور کرلی تو ورلڈ بنک نے بھی 62 کروڑ 50لاکھ عطیئے کا اعلان کردیا۔ اِن عنایات خسروانہ کی تہ میں کیا مقاصد تھے ہر باشعور پاکستانی کی سوچ کے لئے دعوت ہے۔

غیرملکی NGO's کی مالی معاونت بھی ایک نظر ملاحظہ فرمایئے (چار بڑی غیرملکی ایجنسیاں تعلیمی سرگرمیوں میں معاون ہیں)

☆ DFID ،ڈیپارٹمنٹ فار انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ (انگلینڈ)۔اس ایجنسی کے ذریعے برطانوی حکومت بچوں کے لئے 20ہزار کلاس رومز بنائے گی۔90ہزار سکول ٹیچرز کو ٹریننگ دے گی۔60ہزار کتابی سیٹ فراہم کرے گی۔ایک لاکھ 25ہزار نوجوانوں کو ہنرمند بنائے گی۔اس کے لئے مالی سال 14-13 کا بجٹ 22 کروڑ 4لاکھ پاونڈ تھا۔

☆ US-AID یونائیٹڈ سٹیٹس ایجنسی فار انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ۔اس کے مقاصد میں سکولوں کی دوبارہ بحالی، ٹیچرز ٹریننگ، ہائیر ایجوکیشن میں طلباء وطالبات کے لئے وظائف۔اس مقصد کے لئے 198.6 ملین ڈالر خرچ ہوں گے۔

☆ AUS-AID اسٹریلین ایجنسی فار انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ۔ یہ ادارہ خیبر پختونخواہ میں 1.56 ملین بچوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ کتب بھی فراہم کرے گا جب کہ بلوچستان میں 46000 طالبات کے سکولوں میں داخلے کی کوشش کی جائے گی۔

☆ NORAD ناروتجین ایجنسی فار ڈویلپمنٹ۔ یہ ایجنسی'......گرلز سکولوں کی از سرِنو تعمیر، 22000 اساتذہ کی ٹریننگ، 3100 ہیڈ ماسٹر کی ٹریننگ کرے گی جس پر 31 ملین 'نوک' (ناروتجین کرنسی) خرچ ہوں گے۔ (بحوالہ ''حقائق نامہ تعلیم'' (پرائمری تا ہائیر ایجوکیشن) تنظیم اساتذہ

پاکستان صوبہ پنجاب)

صحت اور تعلیم کے حوالے سے یہود کی امریکہ و یورپ کے ذریعے ''نوازشات'' کے ممکنہ نتائج بلکہ سامنے آئے نتائج کسی مزید تبصرے اور تجزیے کے محتاج نہیں بلکہ ایک ایک لفظ خود اپنی حقیقت بیان کر رہا ہے۔ تعلیم ہی ہے جو کسی فرد یا کسی قوم کو حقیقی شعور و اِدراک اور اَخلاق کی اعلیٰ اَقدار سے روشناس کرتی ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح کو اس بات کا چونکہ فہم و ادراک تھا اس لئے بار بار کہتے رہے کہ:

☆ ''مسلمان کے نزدیک صحیح آزادی کا تصور یہ ہے کہ وہ ایسی اسلامی حکومت معرضِ وجود میں لائے جو قرآن کریم کے ضابطہ خداوندی کی متشکل ہو ...... مسلمان کے نزدیک ہر وہ نظامِ حکومت باطل ہے جو کسی انسان کا وضع کردہ ہو کیونکہ اس کے پاس ایک محکم دستور ہے جو ہر موقع اور ہر دور (زمانہ) میں اس کی راہنمائی کر سکتا ہے۔''

(بحوالہ قرارداد لاہور 23 مارچ 1940ء، حیات قائد اعظم ص 226، چوہدری سردار محمد خان عزیز)

☆ ''میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلامیہ کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کی ہر پہلو سے مکمل ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کا روحانی پہلو ہو یا معاشرتی، سیاسی ہو یا معاشی غرضیکہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطہ سے باہر ہو۔ قرآن کریم کی اصولی ہدایات اور طریقۂ کار نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے لئے حسن سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے اس سے بہتر کا تصور کرنا' ناممکن ہے۔''

(بحوالہ مذکورہ صفحہ 255)

قائد اعظم کے مذکورہ فرمان کہ ''اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے لئے حسن سلوک اور آئینی حقوق کا جو حصہ ہے اس سے بہتر کا تصور ناممکن ہے۔'' کی تصدیق معروف محقق ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ہوتی ہے:

☆ ''اے مسلمانو! ہم تمہیں رومیوں پر اس لئے ترجیح دیتے ہیں (اگرچہ وہ ہمارے ہم مذہب ہیں) کہ تم ہمارے ساتھ عہد و پیمان کی زیادہ پابندی کرتے ہو، زیادہ نرمی

کرتے ہو۔‘‘

☆ ’’جب ہرقل کی فوج حمص کے قریب آئی تو شہر والوں نے فصیل کے دروازے بند کرلیے اور مسلمانوں سے کہا کہ ہم تمہاری حکومت اور تمہارے انصاف کو رومیوں کی بے انصافی اور ظلم کے مقابلے میں بہتر جانتے ہیں۔(لہٰذا تمہارے پہلو بہ پہلوان کا مقابلہ کریں گے)‘‘

("PREACHING OF ISLAM" PAGE 58-59 T.W ARNOLD)

مذکورہ رویے قرآن وسنت کے تابع تعلیم اور اس تعلیم کے تابع نظامِ حکومت کے سبب تھے کہ اپنے بھی خوش اور پرائے بھی خوش مگر جب سے اپنوں نے قرآنی تعلیمات سے انحراف کا رویہ اپنایا تو صورت حال یہ ہوگئی کہ ’’اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بے گانے بھی ناخوش‘‘۔

نظامِ تعلیم کا رُخ اس کی اصل یعنی قرآن وسنت سے پھیرنے سے سماجی ومعاشرتی خرابیاں جنم لیتی ہیں۔ نظامِ حکومت بالخصوص نظامِ عدل مجروح ہوتا ہے۔ ہوسِ زر ہر شعبۂ زندگی کو کرپٹ کردیتی ہے جس کے عملی مظاہر آج ہر کس وناکس کے سامنے ہیں۔

بدنصیبی کی بات تو یہ ہے کہ قوم کے باشعور سمجھے جانے والے بھی حالات کو درس سمت دینے کے بجائے منقار زیر پر ہیں۔ اِکا دُکا کوئی آواز کسی سمت سے اٹھتی ہے تو انتہائی کمزور ہونے کے سبب بے اثر ہے۔ گزشتہ صفحات میں بیان کردہ حقائق اس اقتباس میں دیکھیے:

☆ ’’عالمی یہودی تحریک کو اپنے لئے پاکستان سے خطرے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور پاکستان اس کا پہلا ہدف ہونا چاہیے کیونکہ یہ نظریاتی ریاست یہودیوں کی بقا کے لئے سخت خطرہ ہے......‘‘ (بحوالہ ’’جیوش کرانیکل 19 اگست 1967ء، تقریر اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریان)

پاکستان یہود کے لئے 1948ء سے ہی نشانے پر ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح نے 1948ء میں قائم ہونے والی اسرائیلی ریاست کو تسلیم نہیں کیا تھا۔

حالیہ مغربی تہذیب اور انگریزی زبان

(گزشتہ سے پیوستہ)

انجینئر مختار فاروقی

اس موضوع پر حکمت بالغہ کے صفحات میں انگریزی لغت فہمی کے عنوان سے گزارشات پہلے بھی شائع ہو چکی ہیں۔ ان صفحات میں مزید کچھ الفاظ کے بارے میں مطالعے کا حاصل پیش خدمت ہے۔

☆ اس بات کا اِعادہ ضروری ہے کہ ہر زبان اپنی اصل کے اعتبار سے سادہ اور ماحول میں موجود مظاہر فطرت اور مشاہدے کے ذریعے حاصل شدہ معلومات کے نام رکھنے سے وجود میں آتی ہے پھر کثرتِ استعمال سے وہ الفاظ زبان زدِ عام ہو کر کچھ بدل جاتے ہیں۔ آج کی دنیا میں انگریزی بین الاقوامی زبان ہے۔ لٰہذا سائنسی ترقی اور سیاسی وعسکری غلبہ کے نتیجے میں ضرورت کے تحت بے شمار الفاظ نئے مشتق کیے گئے ہیں اور بہت سے الفاظ دوسری زبانوں سے بھی انگریزی میں شامل کر لیے گئے ہیں۔

انگریزی زبان کے الفاظ کی بناوٹ (سابقے لاحقے اور مشتقات)

1۔ SCIENE بمعنی تجربہ، مشاہدہ اور عقل پر مبنی علم

اس سے درج ذیل الفاظ معروف ہیں

(i) SCIENTIST, (ii) SCIENTIFIC, (iii) CON-SCIENCE

انگریزی میں "CON" کا سابقہ (پہلے آنے والے حروف) CON-VERGE،

CONTRACT اور CON-FESS کی طرح کسی کام یا مفہوم کا ایک جگہ (یا سمت) جمع ہونا (یا قریب ہونا) کے لیے آتا ہے۔ یعنی CON-SCIENCE جہاں ساری ساری سائنس اَخلاقی، عقلی اور تصوراتی علوم جمع ہوتے ہیں۔ اسی سے CON-SCIECEOUS (iv) کا لفظ بنا جو بدل کر CON-SCIOUS بمعنی باخبر، ہوشیار، باشعور استعمال ہوتا ہے اسی سے یہ لفظ UN-CONSCIEOUS 'بے ہوش' کے معنی میں آتا ہے۔ گویا CON-SCIENCE جسے اُردو میں ضمیر اور قرآنی اصطلاح میں نفس لوّامة (جو کبھی نفس مطمئنّة اور کبھی نفس اَمّارة تک بھی پہنچ جاتا ہے) کہتے ہیں، وہ اندرونی احساسات ہیں جو تمام اَخلاقی، علمی اور تصوراتی علوم کا مخزن یا نقطۂ اتصال ہے۔ یاد رہے کہ انگریزی میں بعض علوم کو OCCULT-SCIENCE(S) بھی کہا جاسکتا ہے اور اب تو ARTS اور HUMANITIES کے لیے SOCIAL SCIENCES کی اصطلاح بولی جاتی ہے۔ ہمارے نزدیک انگریزی لفظ NON-SENSE بھی دراصل NON-SCIENCE سے ماخوذ ہے جو کثرتِ استعمال یا عوامی لہجے میں NON-SENSE رہ گیا ہے۔ بولنے میں دونوں قریب المخرج ہی ہیں۔ اسی طرح COMMON SENSE بھی COMMON-SCIENCE کا لفظ تھا جو عوامی بول چال اور تعامل سے SCIENCE کی بجائے SENSE بن گیا۔ بعینہٖ SCIENCE کے لفظ کے شروع میں عربی انداز میں معرفہ بنانے کیلئے ESCENSE بنا ہے یعنی کسی چیز کا حاصل اور جوہر۔

2۔ VISE بمعنی نگرانی والی نگاہ۔ اس سے کئی الفاظ مستعمل ہیں:

(i) VISE, (ii) VISIBLE, (iii) VISUAL, (iv) VISIT, (v) VISION, (vi) REVISE, (vii) REVISION, (viii) REVISIT (ix) VISIONARY, (xi) SUPER-VISE (xii) SUPERVISION.

ان سب الفاظ کا VISE کے ساتھ ایک معنوی تعلق موجود ہے۔

3۔ SPIRE بمعنی (بگولے کی طرح) گولائی میں اوپر اُٹھنا

اس لفظ سے کثیر تعداد میں مشتقات انگریزی میں زیرِ استعمال ہیں۔ مثلاً

(i) IN-SPIRE (ii) EX-SPIRE (iii) INSPIRATE
(iv) INSPIRATION (v) CON-SPIRE

(vi) ON-SPIRACY (vii) SPIRIT

یاد رہے کہ انگریزی میں 'IT.....' کے لاحقے سے بھی نئے الفاظ بنتے ہیں۔ جیسے

VISIT, DEPOSIT, EXIT, DEBIT, CREDITوغیرہ

(viii) DESPIRE, (ix) DESPERATE (x) SPIRAL

آخر میں 'AL...' کے اضافے سے بھی انگریزی میں لاتعداد نئے الفاظ بنتے ہیں

BROTHAL، PROPOSAL، FATAL،VISUAL،CASUALوغیرہ

(xi) SPIRITUAL (xii) PROSPIRE

(xiii) PROSPERITY (xiiii)RESPIRATE

4۔ SPECE بمعنی مخصوص نوعِ حیات۔

اس سے درج ذیل الفاظ عام فہم اور زیر استعمال ہیں:

(i) SPECIES (ii) SPECIFY

(iii) SPECIFICATION(S) (iv) SPECIAL (v) SPECIALITY

5۔ PAIR بمعنی جوڑا یا MATCH

(i) REPAIR (ii) COM PARE (COMPAIR)

(iii) PARE (PAIR) (iv) PARENC (v) TRANS PARENT

6۔ FORM کے معنی صورت یا شکل۔ اس انگریزی لفظ سے درج ذیل الفاظ بنتے ہیں:

(i) PERFORM (ii) RE FORM (iii) DE FORM

(iv) DEFORMATION (v) PERFORMANCE (vi) FORM IT

(FORMATعام استعمال) (vii) FORMATION (viii) FORMAL

(ix) IN FORM (x) IN FORMAL

(xi) IN FORMATION (xii) CON FORM (xiii) TRANS FORM

خاندان اور قریبی رشتوں کے الفاظ

بیٹا انگریزی میں بیٹے کو SON کہتے ہیں۔ برطانیہ اور شمالی سرد علاقہ جات جہاں صدیوں پہلے زندگی بے حد مشکلات کا مجموعہ ہوتی تھی۔ سورج کا نظر آنا یا نکلنا ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہوتا تھا۔ آج بھی ہمارے میدانی علاقوں میں ہفتہ دس دن بادل

چھائے رہیں اور بارشوں کا سلسلہ جاری رہ کر سورج نظر آئے تو زبان پر شکر کے کلمات آتے ہیں تو اسی پر قیاس کر لیجیے برفانی علاقہ جات کے ماحول کو۔

ہمارے نزدیک انگریزی زبان کے اصل لوگ بیٹا پیدا ہونے کو سورج نکلنے یا سورج نظر آنے سے تعبیر کرتے تھے یعنی بیٹا پیدا ہوا کسی بزرگ نے دیکھا تو فوراً "SUN" کا لفظ زبان سے نکلا۔ ہمارے ہاں بھی گرم موسم کی وجہ سے سورج نہیں تو 'چاند سا بیٹا' ضرور کہہ دیتے ہیں۔ جب تحریر میں الفاظ آئے تو سورج کے لفظ "SUN" اور بیٹے کے لیے بولے جانے والے لفظ "SON" کے ہجوں میں فرق کر دیا گیا۔

انگریزی زبان کا ایک اور اُصول یہ ہے کہ کسی اسم کے شروع میں PER کا لفظ لگا دیں تو اس میں اسم بامسمّٰی بنا کر اس عمل کو کرنے کے معنی نکلتے ہیں۔ جیسے 'FORM' کے شروع میں PER لگا دیں تو PERFORM یعنی کسی کام کو کرنا کسی شئے کو کوئی FORM دینا ہے۔ PERFORMANCE اس سے ماخوذ لفظ ہے۔ اس کی مزید مثالیں PERSON ہیں۔

اسی پر قیاس کر لیں کہ لفظ 'PERSON' کا مفہوم ہے کہ کسی کو بیٹا بنا لینا گویا انسان اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور بیٹوں کی طرح کی تخلیق ہے۔ عیسائیت میں ویسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) اللہ کا بیٹا کہا جاتا ہے گویا انسان کے لیے انگریزی لفظ PERSON کسی کو بیٹا بنا لینا کے معنی میں ہے۔ اسی سے مزید الفاظ مشتق کر لیے گئے ہیں جیسے PERSONIFY، PERSONALITY۔

بیٹی بیٹی کو انگریزی میں DAUGHTER کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ اسم فاعل کے طور پر ہے یعنی انگریزی زبان میں بیٹا ایک اصلی وجود کی حامل تخلیق ہے اور بیٹی کسی کام کو کرنے والی ہے، کوئی سروس دینے والی چیز ہے۔

بہن انگریزی میں بہن کیلئے لفظ آتا ہے SISTER یعنی اس کے آخر میں ER ظاہر کرتا ہے کہ یہ لفظ بھی WORK سے WORKER یا WALK سے WALKER کی طرح ہے یعنی SIST ایک مشتق انگریزی لفظ SISTER ہے یعنی SIST کرنے والی۔

آیئے انگریزی میں SIST کے معنی کا کھوج لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ SIST

سے انگریزی میں بے شمار الفاظ مشتق کیے گئے ہیں اس لیے آپ جلد ہی اس کے مفہوم کو پہچان جائیں گے۔ SIST کے شروع میں AS لگائیں (جیسے عربی میں 'ال' لگا کر معرفہ بناتے ہیں اور حروفِ شمسی ہوں تو 'ل' نہیں پڑھا جاتا اسی طرح عربی زبان کے زیر اثر انگریزی میں بعض اسماء کے شروع میں 'ال' لگاتے ہیں تو 'ل' نہیں پڑھتے بلکہ اگلے اصلی لفظ کو دوبارہ پڑھتے ہیں۔ جیسے ACCELERATE، ACCOMMODATE وغیرہ۔ بعض الفاظ میں قمری حروف کی طرح 'ل' پڑھتے ہیں جیسے ONE کے شروع میں AL لگائیں تو ALONE بنتا ہے۔

SIST کے شروع میں 'ال' لگاتے ہیں ASSIST بن جاتا ہے۔ یہ لفظ انگریزی میں معروف ہے، معاونت کرنا۔ اسی لفظ سے بھی ASSISTANCE، ASSISTANT بنتے ہیں۔

SIST کے ساتھ دوسرے لاحقے لگا کر مزید الفاظ بھی انگریزی میں مستعمل ہیں۔

RESIST مزاحمت کرنا

PERSIST مستقلاً لگے رہنا

CONSIST مشمولات کو محدود کر لینا

INSIST زور دینا (ایک نکتے پر جمے رہنا)

EX-SIST جو کثرتِ استعمال سے EXIST بن گیا ہے۔

گویا انگریزی زبان میں بہن کا لفظ اسم جامد نہیں بلکہ کسی کام کو کرنے کے حوالے سے اسم فاعل ہے۔

بھائی انگریزی زبان میں بھائی کو BROTHER کہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک انگریزی زبان میں بھائی کا تصور بھی کوئی بنیادی تصور نہیں ہے بلکہ آخر میں ER آنے سے کسی کام کو کرنے والا اسم فاعل کے طور پر ہے۔ ER ہٹا دیں تو جو لفظ بنتا ہے اس کے معنی بیان کرنا اخلاقی گراوٹ کا مظہر ہے صرف انگریزی دان حضرت کے لیے اس لفظ سے حاصل مصدر کا حوالہ کافی ہے۔ انگریزی زبان میں کسی فعل کے آخر میں AL کا اضافہ کر کے اس سے ظرف مکان یا حاصل مصدر، یا عربی اصطلاح میں مفعول مطلق کے معنی لیے جاتے ہیں۔ جیسے CAUSE سے CAUSUAL، TRY سے TRIAL، FATE سے FATAL وغیرہ۔

انگریزی میں ایک لفظ ہے BROTHAL۔ اس کے آخر سے AL ہٹا کر ER لگا دیں تو بھائی کے معنی دینے والا لفظ بنایا گیا ہے۔ مفہوم کا آپ خود اندازہ کر لیں۔

باپ، ماں باپ اور ماں کے لیے انگریزی میں FATHER اور MOTHER کے الفاظ آتے ہیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ فارسی زبان کے الفاظ انگریزی میں مستعمل ہیں جو پدر اور مادر ہیں۔ اس کے لیے دلیل برادر یعنی بھائی بھی دی جاسکتی ہے مگر SISTER کے مفہوم میں کسی خدمت کا تصور ہے اور برادر کے لیے انگریزی لفظ BROTHER کے مشتقات موجود ہیں تو باپ اور ماں کے انگریزی الفاظ کے آخر میں ER بھی کسی کام اور خدمت کے فاعل کے طور پر ہی گردانا جاسکتا ہے۔ اہل علم کے لیے FOOD FOR THOUGHT یعنی قابل غور معاملہ ضرور ہے۔

سالانہ رپورٹ

2015ء

انجمن خدام القران رجسٹرڈ جھنگ

عبدالمجید کھوکھر ، ناظم اعلیٰ

انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ کا قیام 1998ء میں ہوا۔ انجمن اپنی تاسیس کے دن سے ہی اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کوشاں ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کرنا اور خاص طور پر معاشرے کے تعلیم یافتہ طبقہ کو قرآن مجید کا پیغام ان کی ذہنی سطح کے مطابق پیش کرنا انجمن کے بنیادی مقاصد ہیں۔ ان سرگرمیوں کے جائزے، بہتری اور مشورے کیلئے انجمن کے مجلس عاملہ، مشاورت اور سالانہ اجلاسِ عام باقاعدگی سے منعقد ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں انجمن کی سال 2015ء کی سرگرمیوں کا اجمالی جائزہ درج ذیل ہے:

1۔ دروسِ قرآن وخطابات

☆ **ترجمہ القرآن کلاس:** قرآن اکیڈمی جھنگ میں ہفتہ وار ترجمۃ القرآن کلاس بروز جمعہ المبارک (عصر تا عشاء) جاری رہی۔ یہ کلاس 22 مارچ 2013ء سے شروع کی گئی اور دو سال اور تین ماہ جاری رہ کر مؤرخہ 22 مئی 2015ء کو اختتام پذیر ہوئی، ترجمہ قرآن کی تکمیل کے موقع پر قرآن اکیڈمی جھنگ میں ایک اختتامی نشست منعقد کی گئی جس میں انجمن کے مقامی ممبران کے علاوہ شہر کے معززین نے شرکت کی۔ صدر انجمن نے اپنے خطاب میں قرآن مجید کو ترجمہ کے ساتھ پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی اہمیت بیان کی۔ تقریب رات دس بجے دعائیہ کلمات کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ اس پروگرام کے لئے خصوصی دعوت نامے تیار کروائے گئے اور شہر بھر کے تعلیم یافتہ حضرات میں تقسیم کیے گئے تھے۔ دو ماہ کے وقفہ کے بعد مورخہ 07 اگست 2015ء سے نئی ترجمۃ القرآن کلاس کا آغاز کر دیا گیا ہے اور

مشاورت کے بعد اس کے اوقات میں تبدیلی کی گئی ہے۔ اب یہ کلاس بروز جمعہ المبارک دن 11:00 بجے تا 12:45 بجے (خطبۂ جمعہ سے پہلے) منعقد ہو رہی ہے۔ اس تبدیلی اوقات کو لوگوں نے بہت پسند کیا ہے اور سامعین کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس پروگرام کی تشہیر کے لیے دعوت نامے بھی تقسیم کیے گئے اور شہر میں سائن بورڈز پر فلیکس بھی آویزاں کیے گئے۔

☆ دروسِ قرآن مجید: انجمن کے زیر اہتمام شہر کے مختلف مقامات پر دروسِ قرآن مجید کا پندرہ روزہ اور ماہانہ پروگرام کا درج ذیل سلسلہ بھی جاری ہے:

پندرہ روزہ پروگرام: ☆ ہر مہینے کے پہلے اور تیسرے منگل کو رہائش گاہ جناب رانا امتیاز احمد صاحب محلّہ سلطان والا جھنگ صدر اور ☆ ہر مہینے کے دوسرے اور چوتھے منگل کو جامع مسجد عبید اللہ جھنگ صدر۔

ماہانہ پروگرام: ☆ ہر مہینے کے دوسرے بدھ کو مسجد بلال محلّہ احمد نگر، کالج روڈ جھنگ صدر، اور ☆ ہر مہینے کے پہلے سوموار کو رہائش گاہ حاجی منظور انور صاحب، سیٹلائٹ ٹاؤن جھنگ۔

برائے خواتین: ☆ قرآن اکیڈمی جھنگ کے خواتین ہال میں خواتین کے لیے ہر ماہ کے پہلے منگل کو تربیتی نشست باقاعدگی سے منعقد ہوتی ہے جس میں درسِ قرآن، مطالعہ حدیث، مطالعہ سیرت النبی، سیر صحابیات اور مختلف موضوعات پر لٹریچر کا مطالعہ کروایا جاتا ہے۔ خواتین کے لئے پک اینڈ ڈراپ کی سہولت مہیا کی گئی ہے جس کے اخراجات انجمن برداشت کرتی ہے۔ ☆ اس سلسلہ کی دوسری ماہانہ تربیتی نشست مدرسہ جنت القرآن للبنات سرکلر روڈ، جھنگ سٹی میں ہر ماہ کے دوسرے ہفتہ کو منعقد ہوتی ہے۔ ان نشستوں میں 80 تا 100 خواتین باقاعدگی سے شریک ہوتی ہیں، جس سے خواتین میں دین سیکھنے کے جذبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

خطاباتِ جمعہ: صدر انجمن قمری مہینے کا تیسرا جمعہ قرآن اکیڈمی میں پڑھاتے ہیں اور اس کے علاوہ باقی جمعہ المبارک جامع مسجد عبید اللہ میں پڑھاتے ہیں۔ دورانِ سال یہ سلسلہ جاری رہا۔

علاوہ ازیں جامع مسجد قرآن اکیڈمی میں روزانہ بعد از نمازِ فجر درسِ قرآن اور بعد از نمازِ عشاء درسِ حدیث کی مختصر نشست منعقد ہوتی ہیں۔

2۔ تعلیمی و تربیتی پروگرام

☆ 25 روزہ کورسز: اس سال بھی حسب روایت قرآن اکیڈمی جھنگ میں پچیس روزہ کورس کے دو پروگرام منعقد ہوئے۔ پہلا کورس شیڈول کے مطابق 25 مئی تا 14 جون 2015ء منعقد ہوا، جس میں

جھنگ، لاہور اور سانگلہ ہل سے تعلق رکھنے والے 10 طلباء نے شرکت کی، اور دوسرا پروگرام 22 جولائی تا 13/ اگست 2015ء منعقد ہوا، جس میں وہاڑی، شورکوٹ، ملتان، قصور، نارووال اور جھنگ کے 15 طلباء شریک ہوئے۔ ان کورسز کے قیام وطعام کے تمام اخراجات انجمن نے ہی ادا کیے۔ کورسز کی تکمیل پر اختتامی تقاریب کا اہتمام بھی کیا گیا جس میں صدر انجمن مختار فاروقی صاحب کے علاوہ مہمان خصوصی جناب فضل الرحمٰن جوئیہ صاحب صدر بار کونسل جھنگ اور رائے اعجاز بھٹی صاحب نے خصوصی شرکت کی اور اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ الحمدللہ اب تک 30 کورس منعقد ہو چکے ہیں جن سے تقریباً 475 شرکاء استفادہ کر چکے ہیں۔

☆ **25 روزہ کورس برائے خواتین:** مدرسہ جنت القرآن (للبنات) جھنگ سٹی میں رمضان المبارک میں پچیس روزہ فہم قرآن وسنت کورس منعقد کیا گیا، جس میں تقریباً 40 خواتین نے شرکت کی۔ کورس کے اختتام پر انجمن کی طرف سے اسناد اور کتب بھی تقسیم کی گئیں۔

☆ **عربی کلاس:** سٹی آفس انجمن خدام القرآن جھنگ (متصل شہابل کلینک) میں 18 اگست 2015ء سے عربی کلاس جاری ہے جو کہ ان شاءاللہ دسمبر 2015ء میں اختتام پذیر ہو گی۔

☆ **تجوید کلاسز کا اجراء:** قرآن مجید کی تجوید اور درست مخارج کے ساتھ تلاوت کو بہتر بنانے کے لئے انجمن کے سٹی آفس میں دو تجوید کلاسز کا انتظام کیا گیا۔ پہلی کلاس مورخہ 24 جنوری 2015ء سے شروع ہوئی جو کہ دو ماہ جاری رہی جس میں 8 افراد نے حصہ لیا۔ دوسری کلاس مورخہ 21 اپریل 2015ء سے شروع ہو کر جون 2015ء میں اختتام پذیر ہوئی۔ اس میں 6 افراد نے استفادہ کیا۔

☆ **ناظرہ قرآن مجید کلاس:** قرآن اکیڈمی میں آس پاس کے مقامی بچوں کیلئے ناظرہ قرآن مجید کی کلاس کا انتظام کیا گیا ہے اور ایک قاری صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں ہے۔ بچوں کی شرکت حوصلہ افزا ہے۔

3۔ رمضان المبارک

☆ **استقبالِ رمضان المبارک:** استقبالِ رمضان کے سلسلے میں 16 جون کو شہر کے وسط اور پوش علاقہ کینال روڈ پر واقع ''ابراہیم ہال'' میں ایک تقریب منعقد کی گئی، جس میں جناب مولانا محمد انور چیمہ صاحب، مرکزی رہنما جمعیت علماء پاکستان نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔ تقریب میں صدر انجمن جناب مختار فاروقی صاحب نے رمضان المبارک کے روزے اور تراویح کی اہمیت پر مفصل روشنی ڈالی جبکہ

مہمانِ خصوصی نے تمام مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات پر عمل کرنے کی تلقین کی۔ اس جگہ پر مذکورہ تقریب کا پہلا تجربہ تھا تاہم اللہ کے فضل وکرم سے لوگوں کا Response بہت ہی اچھا رہا حاضرین کی تعداد لگ بھگ 110 تک تھی۔

☆ **دورہ ہائے ترجمۃ القرآن:** گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی رمضان المبارک میں تراویح کے بعد دورہ ترجمۃ القرآن کی تین نشستوں کا انتظام کیا گیا جن میں ایک نشست جامع مسجد عبید اللہ میں منعقد ہوئی جہاں تدریس کے فرائض صدر انجمن انجینئر مختار فاروقی صاحب نے انجام دیے۔ دوسری نشست قرآن اکیڈمی جھنگ میں منعقد ہوئی جہاں مفتی عطاء الرحمٰن صاحب نے دورۂ ترجمہ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ اور تیسری نشست کا انتظام انجمن کے سٹی آفس کے زیر اہتمام، الامیر ہاؤس گوجرہ روڈ جھنگ صدر میں کیا گیا جس میں انجینئر عبد اللہ اسمٰعیل صاحب نے تدریس کی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھائی۔ تینوں جگہوں میں اختتامِ قرآن کے موقع پر صدر انجمن جناب مختار فاروقی صاحب نے خطاب کیا جس میں قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھنے کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اس موقع پر قرآن فہمی کے بارے میں کتابچے تقسیم کیے گئے۔ حاضرین کی تعداد حوصلہ افزا تھی۔ ان پروگراموں کی دعوت نامے اور فلیکس کے ذریعے تشہیر کرنے کا انتظام کیا گیا۔

4۔ نشر واشاعت

☆ **سلسلۂ مطبوعات:** انجمن کے ذیلی ادارہ 'مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ' کے زیر اہتمام کتابوں کی طباعت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اس سال بھی تین مطبوعات شائع ہوئی ہیں: کتاب ''تعمیر و سیرت و کردار'' کے 15 ابواب کے الگ الگ کتابچے، ''درسِ قرآن کی تیاری کیسے کریں؟'' اور ''قرآن مجید کے حقوق''۔ اب تک 26 مطبوعات شائع ہوچکی ہیں۔ مکتبہ کی اس سال کتابوں کی سیل مبلغ Rs.245,185.00 رہی۔ (یاد رہے کہ انجمن کی مطبوعات بالعموم ڈاک خرچ کے علاوہ 40% رعایت پر دی جاتی ہیں)

☆ **ماہنامہ حکمت بالغہ:** الحمدللہ 'ماہنامہ حکمت بالغہ' گزشتہ نو سال سے باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے اور اہل علم حضرات کی طرف سے تحسین کے خطوط بھی موصول ہوتے رہتے ہیں۔ سال 2014ء میں کیڈٹ کالج جھنگ میں ''بھولے ہوئے اسباق'' کے عنوان سے جو 12 ماہانہ دروس ہوئے تھے ان میں 6 حکمت بالغہ میں شائع ہوگئے ہیں جن میں سے کچھ کو الگ کتابچہ کی شکل میں بھی شائع کیا گیا ہے۔

اس سال ماہنامہ حکمت بالغہ کا نواں خصوصی شمارہ ماہِ نومبر میں ''حکمت اقبال ہی نظریۂ پاکستان ہے'' کے عنوان سے شائع کیا گیا جس کو ملک بھر میں بے حد پذیرائی ملی ہے۔

☆ **اہل علم اور مقتدر حضرات سے رابطہ:** ناظم اعلیٰ انجمن عبدالمجید کھوکھر صاحب اور انجمن کے رکن شوریٰ حاجی منظور انور صاحب نے شہر کے مقتدر اور اہل علم حضرات یعنی DCO, DPO, EDOs اور سرکاری و پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے ہیڈ ماسٹر اور پرنسپل حضرات سے ملاقاتیں کیں۔ ان ملاقاتوں میں ان حضرات کی توجہ قرآن فہمی کی طرف دلائی گئی۔

سکولوں میں مقابلہ تقریر بعنوان ''قرآن مجید کے حقوق'': ناظم اعلیٰ عبدالمجید صاحب اور رکن شوریٰ حاجی منظور انور صاحب کی کوششوں سے ستمبر 2015ء سے شہر کے 13 پرائیویٹ اور سرکاری سکولوں میں 'قرآن مجید کے حقوق' کے عنوان پر تقریری مقابلے منعقد کروائے گئے۔ اول اور دوم آنے والے طلباء و طالبات میں انعامات بھی تقسیم کیے گئے جبکہ باقی مقررین کی حوصلہ افزائی کے لئے کتب تقسیم کی گئیں۔

5۔ تعمیرات

☆ قرآن اکیڈمی جھنگ میں ایک مہمان خانے کی ضرورت تھی جس کی تعمیر کا کام جاری ہے۔

☆ مسجد کے صحن کی تزئین و آرائش کا کام مکمل کرایا گیا ہے اور مسجد کا راستہ دفاتر سے الگ کرنے کا انتظام بھی ہو گیا ہے۔ نیز مسجد میں UPS کی فٹنگ بھی کروادی گئی ہے اور ٹوائیلٹ بلاک کو بھی دومنزلہ کر دیا گیا ہے۔ ☆ ملحقہ پلاٹ میں انجمن کے کارکنان کے لئے دو فیملی رہائش گاہیں بھی تیار کی گئی ہیں۔

☆ آڈیٹوریم کی تزئین و آرائش: قرآن اکیڈمی جھنگ کے آڈیٹوریم کی تزئین و آرائش کا کام جاری ہے۔ اس سلسلہ میں مین لائٹنگ اور خوبصورتی میں اضافہ کے لئے چھت کے ساتھ آیت الکرسی کے Display کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ اور ہال میں حاضرین کے لیے seating plan کے مطابق کرسیوں کی تنصیب کا کام جاری ہے۔ ابھی فرش کا کام باقی ہے۔

متفرقات

☆ سٹی آفس انجمن: سٹی آفس برائے انجمن خدام القرآن جھنگ (نزد ریلوے پھاٹک، گوجرہ روڈ) حسب معمول باقاعدگی سے کھلتا ہے۔ البتہ اب اس کے اوقات صبح نو بجے تا نماز ظہر اور نماز عصر تا عشاء کر

دیے گئے ہیں۔انجمن کی مجلس عاملہ اورشوریٰ کے اجلاس بھی اسی آفس میں ہورہے ہیں۔

الہدیٰ لائبریری: قرآن اکیڈمی جھنگ میں الہدیٰ لائبریری قائم ہے جس میں تفاسیر، کتب، آڈیوویڈیومواد دستیاب ہےاور ماہنامہ حکمت بالغہ میں تبصرے کے لئے کتب اور تبادلہ میں 50 سے زائد رسائل وجرائد ہر ماہ موصول ہورہے ہیں۔

☆ تقسیم الکتاب: قرآن فاؤنڈیشن لاہور کی جانب سے قرآن مجید کا اردو ترجمہ وتشریح ''الکتاب'' کا تحفہ انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں 700/1100 یااس سے زائد نمبر حاصل کرنے والے طلباء کو دیا جاتا ہے۔ جھنگ اور گردونواح کے علاقہ میں تقسیم ''الکتاب'' کا کام انجمن کر رہی ہے۔اس سال 6 طلبہ کو 'الکتاب' تقسیم کی گئی۔

☆ تحفظ قرآن: قرآن اکیڈمی میں مقدس اوراق اورشہید قرآن پاک جمع کر کے انہیں ایک کمرہ میں سٹور کرلیا جاتا ہے۔پھر گورنمنٹ آف پنجاب (پنجاب قرآن بورڈ) کی جانب سے تفویض کردہ 'الم ریسائکلنگ فیکٹری' فیصل آباد کو بھجوا دیے جاتے ہیں۔اس سال بھی مقدس اوراق کے دوٹرک بھجوائے گئے۔

☆ ہاسٹل سکیم: منصوبہ ہے کہ قرآن اکیڈمی میں پوسٹ گریجوایٹ طلبا کی رہائش کے لئے اسلامی ہاسٹل قائم کیا جائے۔اس سلسلہ میں فرنیچر،تعمیرات،اوردیگر ضروریات کسی حد تک مکمل کر لی گئی ہیں۔البتہ اس سکیم کو اب تک ضروری وسائل نہ ہونے کی وجہ سے شروع نہیں کیا جاسکا۔

☆ مہمانانِ کی آمد: قرآن اکیڈمی جھنگ کے visit کے لیے اہل علم حضرات تشریف لاتے رہتے ہیں۔اس سال بھی محترم جناب ڈاکٹر غلام مرتضٰی صاحب تنظیم اسلامی پاکستان لاہور، جناب عبدالرزاق صاحب سیکرٹری تحریک خلافت پاکستان لاہور، جناب اویس قریشی صاحب سابق GM شکر گنج شوگر ملز جھنگ، جناب حافظ محمد رفیق صاحب آف دارالہدیٰ قرانک ایجوکیشنل ٹرسٹ لاہور، ملک احسان الٰہی صاحب، امیر تنظیم اسلامی حلقہ فیصل آباد اور فضل حسین چوہدری صاحب آف میرپور (آزاد کشمیر) قرآن اکیڈمی جھنگ میں تشریف لائے اور اپنے تاثرات بھی قلم بند کیے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

یہ بنگلہ دیش ہے: حب الوطنی کی سزا پھانسیاں

ابو فیصل محمد منظور انور

45سال قبل جن محبّ وطن شخصیات نے اپنے پاک وطن سے وفاداریاں نبھاتے ہوئے مملکت پاکستان کی مسلح افواج اور قانون نافذ کرنے والے محبّ وطن اداروں کے شانہ بشانہ کھڑے ہوکر اس وقت کی ایک قانونی و آئینی حکومت کا ساتھ دیا تھا آج بنگلہ دیشی وزیر اعظم حسینہ واجد اور بھارتی دہشت گرد تنظیم کے سرپرست وزیر اعظم مسٹر مودی کی باہمی سازش سے انھیں قتل کیا جا رہا ہے۔ پاکستان و مسلمان دشمن مسٹر مودی نے دورہ بنگلہ دیش کے وقت ببانگ دہل پاکستان توڑنے کی سازش کا اعتراف کیا کہ اس وقت کی بھارتی حکومت نے پاکستان کو دولخت کرنے میں اپنا گھناؤنا کردار ادا کیا تھا اس اعتراف جرم کے باوجود پاکستانی حکومت نہ جانے کس مصلحت کے تحت بھارتی حکومت سے دوستی کے لئے بے چین نظر آتی ہے۔ حالیہ کرکٹ تنازعہ اور پاکستانیوں کی توہین پر پوری پاکستانی قوم میں شدید ردعمل پایا جاتا ہے اور سارے پاکستانی عوام کا ایک موقف ہے مگر پاکستانی حکومت کی طرف سے بھارتی وزیر اعظم کے اعتراف جرم پر عالمی عدالت انصاف اور یو این او میں جانے میں تاخیر ایک سوالیہ نشان ہے قاتل حسینہ اور مودی سرکار کی انتہا پسندانہ پالیسیاں خطے میں امن و امان کو تباہ کرنے کی دانستہ کوشش ہے بنگلہ دیشی وزیر اعظم تو اپنے ہی محبّ وطن شہریوں کے خون کی پیاسی بن کر بھارتی ایجنڈے کو آگے بڑھا رہی ہے عالمی برادری قاتل حسینہ اور مودی ایسے انتہا پسند بھارتی رہنماؤں کے حالیہ اقدامات پر تشویش کا اظہار ظاہر کر رہی ہے بنگلہ دیش میں سیاسی مخالفین کو پھانسیاں دینے کا سلسلہ جاری ہے۔ نیشنلسٹ پارٹی کے رہنما صلاح الدین قادر چوہدری اور جماعت اسلامی کے

علی احسن محمد کو پھانسی کی سزا دی گئی قبل ازیں ایسے ہی کئی دیگر عمر رسیدہ بزرگ رہنماؤں کو پھانسی کی سزا دی گئی تھی محبّ وطن پروفیسر غلام اعظم کو 90 سال قید کی سزا سنائی گئی مگر غیرت مند بزرگ رہنماء نے قاتل حسینہ کی حکومت میں پس زنداں رہنا گوارا ہی نہ کیا اور جلد ہی اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ ان کی بنگالی بھائیوں کے لئے دی گئی خدمات کو صدیوں تک یاد رکھا جائے گا اور کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا جس پر اگر چہ عالمی ردعمل آیا تھا مگر اتنا زیادہ نہیں جس کا وہ متقاضی تھا شاید عالمی ضمیر مردہ ہو چکا ہے۔ دنیا کے کسی ملک میں کسی حکومتی پارٹی سے سیاسی اختلاف رکھنے والے اپنے ہی شہریوں پر غداری کا الزام لگا کر انھیں موت کی سزا دینے کی مثال موجود نہ ہے خاص طور پر ایسی سیاسی جماعت جو ماضی قریب میں حکمران جماعت کی اتحادی بن کر حکومت میں رہ چکی ہو۔ بھارتی ایجنڈے پر گامزن حسینہ واجد کی فاشسٹ حکومت نے نا صرف دینی جماعتوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے بلکہ دیگر ملکی محبّ وطن شخصیات کو بھی حب الوطنی کی سزا دی جارہی ہے پاکستانی حکومت کی طرف سے وزیر داخلہ چوہدری نثار احمد کا حالیہ بیان پوری قوم کی آواز ہے دنیا کے حالات بدلتے رہتے ہیں انتقامی سیاست کے نتائج قوموں پر بہت ہی بھاری ثابت ہوتے ہیں شیخ حسینہ واجد ہوش کے ناخن لے اور انتقامی کارروائیاں بند کرے۔ یہ سلسلہ جاری رہا تو کل اس کے ساتھ بھی ایسا ہوسکتا ہے کیونکہ عوامی لیگ کی حسینہ واجد نے جب سے اقتدار سنبھالا ہے وہ انتقام کی آگ کو ہوا ہی دے رہی ہیں اور بے گناہ ہم وطنوں کے خون بہا کر اپنی جھوٹی انا کی تسکین کر رہی ہے بنگلہ دیشی عدالتوں پر عالمی سطح پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا جاتا رہا ہے مگر حسینہ واجد کی حکومت اسلام دشمن اپنے بھارتی آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر ایک مسلمان ملک میں قتل عام کی مرتکب ہو رہی ہے۔

9 اپریل 1974ء ہونے والے سہ فریقی معاہدے میں طے کیا گیا تھا کہ 1971ء کے ماضی کے واقعات کو بھلا کر مستقبل کی طرف دیکھا جائے گا اور گڑے مردے نہیں اکھاڑے جائیں گے اس سے ہم آہنگی اور خیر سگالی کو فروغ ملے گا مگر قاتل حسینہ واجد نے اس معاہدے سے انحراف کیا ہے جس کے تحت وہ اس وقت کے مشرقی پاکستانیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتی مگر طاقت کے نشے میں سرشار قاتل حسینہ اور اس کے ٹولے نے 2009ء سے عدالتی قتل کرنے کا جمعہ بازار لگا رکھا ہے جس میں وہ چن چن کر اپنے ہی ہم وطنوں کو پھانسیاں دے کر اپنے انتقام کی آگ کو بجھانے کی ناکام کوشش کر رہی ہے۔ قاتل حسینہ کے انتقامی عمل سے پوری دنیا کے امن کو خطرہ ہے ایک طرف بنگلہ دیش میں محبّ وطن عناصر کو

کینگر وکورٹس کے ذریعے انتقامی کارروائی کے تحت قتل کرایا جارہا اور دوسری طرف مودی نے ایک سازش کے تحت بھارت میں عدم برداشت کی خوفناک فضا پیدا کردی ہے۔

مودی حکومت کے دور میں بھارت میں ہندو انتہا پسندی کو فروغ دیا جارہا ہے جس سے اقلیتیں غیر محفوظ ہو رہی ہیں۔ بھارتی سول سوسائٹی کے ادیب، شاعر، اداکار اور سیاست دان حکومتی انتہا پسندی کی پالیسی پر سراپا احتجاج ہیں اور ریاست میں عدمِ برداشت کے بڑھتے ہوئے رجحان سے خائف ہو کر حکومت کی طرف سے ملنے والے ایوارڈ واپس کر رہے ہیں اور کچھ ملک چھوڑنے کی باتیں کر رہے ہیں۔ ایک ہی وقت میں بھارت اور بنگلہ دیش میں انتہا پسندی کی باتیں اور بڑھتے ہوئے واقعات سے خطے کی سلامتی کو شدید خطرات لاحق ہو چکے ہیں اس وقت جب دنیا داعش جیسے عفریت کے خلاف نبرد آزما ہے بنگلہ دیش اور بھارت میں اسلام پرستوں اور دیگر اقلیتوں کے خلاف انتقامی کارروائیاں دہشت گردی اور انتہا پسندی میں اضافے کا باعث بن سکتی ہیں وزیر داخلہ کا کہنا ٹھیک ہے کہ عالمی قوانین کو پامال کیا جارہا ہے جن لوگوں نے 44 سال قبل اپنی جائز آئینی حکومت اور ملک وملت سے وفاداری نبھائی ان کو تختہ دار پر لٹکایا جارہا ہے قاتل حسینہ کے انتقام کی آگ کب ٹھنڈی ہوگی کچھ کہا نہیں جاسکتا اس وقت بنگلہ دیش میں جو کچھ ہورہا ہے وہ بین الاقوامی قوانین اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے بین الاقوامی اداروں کی خاموشی مظلوموں کی دادرسی کرنے کی بجائے انتہا پسندی کو فروغ دے کر اس کی حوصلہ افزائی کرنے اور اسے عملی جامہ پہنانے کے مترادف ہے پاکستانی اور بنگلہ دیشی بھائیوں کے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں مگر بھارتی حکمرانوں کے کندھوں پر بیٹھ کر آنے والی قاتل حسینہ اپنے انجام سے بے خبر پاکستانی اور بنگالی عوام میں باہمی اتفاق واتحاد پیدا کر کے ماضی کی تلخیاں بھلا کر آگے بڑھنے کی بجائے دوریاں اور نفرت کی فضا قائم کر کے اپنے بھارتی آقاؤں کو خوش کرنے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ اقوام عالم جانتی ہیں کہ 1971ء کی جنگ کے پیچھے کونسا ملک تھا بنگلہ بندھو شیخ مجیب الرحمان کو کسی اور نے نہیں اپنے بنگالیوں نے ہی قتل کیا تھا خطے میں اب اس کی سپتری جو گھناؤنا کردار ادا کر رہی ہے اسے اپنے انجام سے بھی باخبر ہونا چاہئے۔ بھارتی ایما پر خطے میں ایک بار پھر سیاسی عدم استحکام اور باہمی تصادم کی راہ ہموار کی جارہی ہے علاقائی ممالک میں انتشار پھیلنے اور آپس کے باہمی اعتماد واتحاد کو خطرات لاحق ہو سکتے ہیں جس سے دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے۔

آئینۂ حکمت بالغہ

2015ء

سال 2015ء کے تمام شماروں کے مضامین کی فہرست کو یکجا کر کے ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں تاکہ تمام مضامین کو ایک نگاہ میں دیکھنے اور کسی مضمون کی تلاش میں آسانی ہو سکے۔

ثاقب نذر

مشمولات جنوری 2015ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	عالمگیر اور دائمی نمونۂ عمل صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے	سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ	14
5	کیا کبھی سینۂ دھرتی پر انسان جاہل بھی تھا؟	عبدالرشید ارشد	30
6	تحقیقی مقالہ کیسے لکھیں (1)	پروفیسر خورشید احمد سعیدی	34
7	جدید اسلامی اسکولوں میں بھی ہم بچوں کو کیا پڑھا رہے ہیں (1)	سید خالد جامعی	47
8	اہل علم کے تأثرات		53
9	پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں	ابوفیصل محمد منظور انور	57
10	تبصرہ و تعارف کتب		62

مشمولات فروری 2015ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6

4	جدید اسلامی اسکولوں میں بھی ہم بچوں کو کیا پڑھا رہے ہیں (2)	سید خالد جامعی	12
5	ہم افغان جنگ ہار چکے!	سیّد عاصم محمود	22
6	تحقیقی مقالہ کیسے لکھیں (2)	پروفیسر خورشید احمد سعیدی	33
7	صیہونی امریکی شیطانی گٹھ جوڑ اور مظلوم فلسطینی مسلمان و اُمت مسلمہ	ابوفیصل محمد منظور انور	45
8	مغرب کے دوہرے معیار	لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقیوم	52
9	شہید بچوں کے خون کی پکار	محمد فہیم	56

مشمولات مارچ 2015ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	یہودی خاکوں کی تہہ میں چھپے حقائق	عبدالرشید ارشد	9
5	اگر محمد ﷺ آپ کے گھر آئیں تو......	عائشہ شاہد	13
6	اپریل فول اور شریعت مطہرہ	عبدالرزاق ظفر	15
7	عالمی رہنماؤں کے نام خصوصی مراسلہ	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	21
8	تحقیقی مقالہ کیسے لکھیں (3)	پروفیسر خورشید احمد سعیدی	39
9	جدید اسلامی اسکولوں میں بھی ہم بچوں کو کیا پڑھا رہے ہیں (3)	سیّد خالد جامعی	44
10	اہلسنّت ٹکڑے ٹکڑے	علامہ پروفیسر عون محمد سعیدی	53
11	اہل علم کے تاثرات		57

مشمولات اپریل 2015ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	جدید اسلامی اسکولوں میں بھی ہم بچوں کو کیا پڑھا رہے ہیں (4)	سیّد خالد جامعی	13
5	حقیقت نیکی II	انجینئر مختار فاروقی	29

6	دہشت گردی کے واقعات کے پیچھے کون؟	ابوفیصل محمد منظور انور	45
7	سی آئی اے کا خفیہ ٹارچر پروگرام	سیّد عاصم محمود	52
8	25 روزہ قرآن فہمی کورس (کل وقتی)		57

مشمولات مئی 2015ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	مدارس — حقیقت، مغالطے، اصلاح کی تدابیر	پروفیسر رشید احمد انگوی	16
5	تم کیسے منصف ہو؟		27
6	میڈیا کی مادر پدر آزادی اور بے حیائی کی کھلی چھٹی بنت حوّا کی تذلیل ہے	محمد منظور انور	29
7	ہماری جامعات: سامراجی نقطۂ نظر کی پرورش گاہیں	ایس ایم محمد ادریس	34
8	دیواروں پر اشتہار چسپاں کرنا	مفتی وزیر احمد	40
9	اہل علم کے تاثرات		45
10	تبصرہ و تعارف کتب		60

مشمولات جون 2015ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	رمضان المبارک سے قبل اس کی تیاری	اویس پاشا قرنی	15
5	رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کیسے گزارا؟	انجینئر مختار فاروقی	19
6	حضرت محمد ﷺ کی آمد کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی	سیّد ابوالاعلیٰ مودودی	28
7	قادیانی دھوکہ...... آخر کب تک	قاری محمد سلمان عثمانی	50
8	آستین کے سانپ	ابوفیصل محمد منظور انور	52
9	اہل علم کے تاثرات		57
10	تبصرہ و تعارف کتب		60
11	عادل فاروقی کے دیوان 'اشک گل' کی تقریب پذیرائی	محمد صدیق ناز	62

مشمولات جولائی 2015ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	بصری مشاہدہ ــــ اور ــــ نظری حقیقت (1)	انجینئر مختار فاروقی	12
5	صہیونی تعلیمی نصاب کی ایک جھلک	رضی الدین سیّد	32
6	روہنگیا مسلمان	ابوفیصل محمد منظور انور	42
7	عیدالفطر	ڈاکٹر انیس احمد	48
8	نفس کی غلامی بہتر ہے یا اس پر حکمرانی؟	مولانا عبدالماجد دریابادی	53
9	استقبالِ رمضان پروگرام	انجینئر عبداللہ اسماعیل	55
10	تبصرہ و تعارف کتب		57

مشمولات اگست 2015ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	قائداعظم اور علامہ اقبال کا پاکستان نفاذِ اسلام سے دور!	عبدالرشید ارشد	12
5	بصری مشاہدہ ــــ اور ــــ نظری حقیقت (2)	انجینئر مختار فاروقی	21
6	مصلح کوئی تو ہونا چاہیے		39
7	پاکستان کا مطلب کیا؟ نظم		43
8	اتحادِ امت کا نصب العین	انجینئر مختار فاورقی	45
9	تبصرہ و تعارف کتب		52

مشمولات ستمبر 2015ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	انجینئر نوید احمد رحمۃ اللہ علیہ	انجینئر مختار فاروقی	12
5	کیا عصری تعلیم تصورِ خدا سے خالی ہے؟	عبدالرشید ارشد	18

6	حضرت یوسف علیہ السلام، بادشاہ اور فرعون	ابن بلوچ	27
7	قرآن کی تاریخ کا خلاصہ	ڈاکٹر حمید اللہ	34
8	بے حس قوم کا ماتم	ابو فیصل محمد منظور انور	36
9	حقیقت ایمان (1)	انجینئر مختار فاروقی	40
10	تقریب تقسیم اسناد 25 روزہ کورس (رپورٹ)		56
11	تبصرہ و تعارف کتب		59

مشمولات اکتوبر 2015ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	حقیقت ایمان (2)	انجینئر مختار فاروقی	11
5	حقائق نامہ تعلیم نصاب تعلیم و نظام تعلیم 2015	تنظیم اساتذہ کے پی کے	19
6	پاکستانی معیشت دشمنوں کے نرغے میں	رضی الدین سیّد	29
7	نظریۂ پاکستان کی تشریح؟	محمد فہیم	37
8	فحاشی اور بے حیائی کے نوجوان نسل پر اثرات قصوروار کون؟	ابو فیصل محمد منظور انور	47
9	اہل علم کے تاثرات		51
10	دیوانِ عادل 'اشک گل'	انجینئر مختار فاروقی	59

مشمولات نومبر 2015ء

خصوصی اشاعت: حکمت اقبال ہی نظریۂ پاکستان ہے

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	7
	باب 1		13
	باب 2		51
	باب 3		95
	باب 4		121
	باب 5		143
	باب 6		175

باب7	189
باب8	197
باب9	205
باب10	219
ضمیمہ جات	229

مشمولات دسمبر 2015ء

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ	حافظ عاکف سعید	13
5	مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کیسے بنا؟	ڈاکٹر ممتاز عمر	18
6	اُمت مسلمہ پنجہ یہود میں،......	عبدالرشید ارشد	28
7	قرآن مجید اور اطاعت رسول ﷺ	مولانا محمد حنیف ندوی	38
8	عالمی امن کے لیے صدر پیوٹن کی نئی حکمت عملی	مرزا اسلم بیگ	51
9	لے کے رشوت پھنس گیا ہے،......	محمد منظور انور	55
10	تبصرہ وتعارف کتب		60

حکمت بالغہ

کا شمارہ دسمبر 15ء میری نظر میں

عبدالرشید ارشد

یوں تو حکمت بالغہ کا ہر شمارہ ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا منہ بولتا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ یہ مدیر محترم اور قرآن اکیڈمی کی عملی جستجو کا طے شدہ ایجنڈہ ہے۔ ویسے تو ہر باشعور صاحب ایمان کے لئے خالق کا اپنے مبعوث کردہ رحمت للعالمین ﷺ کے ذریعے فلاحِ انسانیت کا یہی راستہ مقرر کیا گیا ہے مگر بدقسمتی یہ ہے کہ ایمان کا اقرار کرنے کے باوجود، ایمان کا طلب کردہ عمل ہماری اکثریت کی عملی زندگی میں مفقود ہے۔ حکمت بالغہ کے آغاز میں نبی مکرم ﷺ کا یہ فرمان مذکور ہے جو کل برحق تھا آج بچشم سر برحق دیکھا جا رہا ہے۔

> ''میری مثال اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے (روشنی کے لئے) آگ جلائی تو اس میں پتنگے اور پروانے گرنے لگے اور وہ آدمی ان کو آگ میں گرنے سے روکے۔ (اسی طرح) میں (نبی مکرم ﷺ) تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر (دوزخ) کی آگ سے بچا رہا ہوں اور تم میرے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہو۔''
>
> (مسلم عن جابر رضی اللہ عنہ)

آج حکمت بالغہ ہو یا دیگر باعمل صلحائے امت وہ دن رات عامۃ المسلمین کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے صبح شام مصروف عمل ہیں مگر اَن پڑھ تو رہے ایک طرف اعلیٰ تعلیم یافتہ کہلوانے والے بھی دل کی تسلی کے لئے بے شمار تاویلوں کا سہارا لیتے ایسے اعمال میں دن رات مصروف نہیں غرق ہیں جو ایمان کی ضِد ہیں مثلاً سود محض حرام نہیں کہ سور حرام ہونے کے

باوجود اضطرار کی حالت میں زندہ رہنے کے لئے کھانے کی گنجائش موجود ہے مگر سود کی کسی حال میں بھی اجازت نہیں۔ ممانعت کی انتہا تو یہ ہے کہ خود خالق نے اسے اپنی آخری محکم و مدلل کتاب ہدایت قرآن مجید میں ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ'' فرمایا ہے۔ کیا کوئی باشعور مسلمان ایسی جنگ کا تصور کر سکتا ہے؟ یہی نہیں بلکہ رسول اکرم ﷺ نے سود کھانے کی مثال ''جیسے کوئی شخص اپنی حقیقی ماں کے ساتھ بیت اللہ میں زنا کرے'' دیتے اس غلاظت کی انتہا فرمایا۔ کیا کوئی صاحب ایمان یہ سوچ سکتا ہے کہ حقیقی ماں کے ساتھ حرمِ پاک میں زنا کرے؟ مگر دکھ کی بات یہ ہے کہ حاجی، نمازی، معلّمین ومعلّمات، کسان مزدور ہر کوئی زندگی سنوارنے، معیارِ زندگی بنانے کے لئے بنکوں کی پرکشش ترغیبات کے جال میں پھنس کر سود کو شیر مادر کی طرح انجوائے کرتے پائے جاتے ہیں۔

عوام تو رہے ایک طرف، قرآن کی زبان عربی کو بخوبی سمجھنے والے عرب اور عرب حکومتیں اسلامی بینکنگ کی دعویدار بھی امریکہ و یورپ کے بنکوں میں سرمایہ رکھ کر اربوں ڈالر سود وصول کر کے اسے خیراتی کاموں میں خرچ کر کے اجر لیتے ہیں۔ اب یہ فیصلہ علماء کے کرنے کا ہے کہ حرام غلاظت خیر کے کاموں اور تبلیغ دین میں خرچ ہو سکتی ہے؟ عقل سلیم تو اس سے انکار کرتی ہے۔ حکمت بالغہ کا پُرمغز اداریہ اور حافظ عاکف سعید صاحب کا سود کی شناعت پر پُرمغز مقالہ لائق صد تحسین ہے۔ سود کی ترویج کے لئے یہود اور یہود کی IMF صبح شام کوشاں ہے تو قرآن اکیڈمی اور حکمت بالغہ اُسوۂ رسول ﷺ کی پیروی میں عوام کو بچانے کی فکر میں مصروف ہیں۔ سود پر مضامین کی فکری گہرائی کے ساتھ ساتھ دیگر عنوانات مثلاً مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کیسے بنا، اُمت مسلمہ پنجہ یہود میں، قرآن مجید اور اطاعت رسول ﷺ اور اذانِ حق وغیرہ بھی قاری کے لئے چشم کشا ہیں، الحمدللہ۔ دعا ہے کہ یہ سدا بہار فکر لوگوں کی عملی زندگی سنوارنے میں کامیاب رہے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ اٰتِ نُفُوْسَنَا تَقْوَاھَا وَ زَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکَّاھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَ مَوْلَاھَا

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

فِی مَدحِ النَّبِیّ صلی اللہ علیہ وسلم

زیں کہکشاں تا لا مکاں
بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
ہمہ نور کرد ایں خاکداں
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
خُلُقش ہے قرآن گشت
حَسُنَتْ جَمِیُعُ خِصَالِہٖ
با رب چوں باشی ہم زباں
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ آلِہٖ

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پر تضمین

فرمودۂ اقبال درویشی کی حکمرانی

نظم فقر

از کلیاتِ اقبال (فارسی) پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

سلسلہ وار 1

چیست فقر اے بندگانِ آب و گل یک نگاہِ راہ بیں، یک زندہ دل

روح اور جسد سے بنے ہوئے انسانو! فقر کیا ہے؟ ایک راستہ دیکھنے والی آنکھ اور دوسرا زندہ (باضمیر) دل

فقر کارِ خویش را سنجیدن است بر دو حرفِ لا اِلٰہ پیچیدن است

فقر اپنے کام کو سنجیدگی سے کرنا ہے (اور) لا اِلٰہ کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنا ہے

فقر خیبر گیر بانانِ شعیر بستۂ فتراکِ او سلطان و میر

یہ فقر جو کی روٹی کھا کر بھی خیبر جیسے معرکے سر کر لیتا ہے۔ سرداروں اور بادشاہوں کے لیے جان لیوا ہوتا ہے

فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضا ست ما امینیم ایں متاعِ مصطفیٰ ﷺ ست

فقر ذوق وشوق اور احکام الٰہی کے سامنے تسلیم و رضا کا نام ہے اور یہ متاع ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے دی ہے

فقر بر کرّوبیاں شبخون زند بر نوامیس جہاں شبخوں زند

فقر فرشتوں پر شب خون مار کر مسخر کرنا ہے اور قوانین فطرت کی دریافت کا نام ہے

بر مقامِ دیگر اندازد ترا از زجاج اَلماس می سازد ترا

(فقر) تجھے (اشرف المخلوقات ہونے کے) اعلیٰ مقام پر کھڑا کرتا ہے اور آب و گل سے ہیرا بنا دیتا ہے

برگ و سازِ اُو ز قرآنِ عظیم مردِ درویشے نہ گنجد در گلیم

صاحب فقر کا روحانی برگ و بار لانا قرآن عظیم کی بدولت ہوتا ہے اور مرد درویش کی قوت تسخیر کمبل میں محدود نہیں ہوتی

گرچہ اندر بزم کم گوید سخن یک دمِ او گرمئ صد انجمن

(مردِ فقیر) دوستوں کی محفل میں کم گو مگر ہر محفل کی جان ہوتا ہے

بے پراں را ذوقِ پروازے دہد پشّہ را تمکین شہبازے دہد

فقر بے وسائل انسان کو بھی روحانی ترقی کی راہ دکھاتا ہے اور بے مایہ انسانوں کو نمرود و فرعون سے ٹکرا دیتا ہے

الحمدللہ

ماهنامه

حکمت بالغه

جهنگ

اشاعت کے 9 سال 9 خصوصی اشاعتیں

1 2007ء حقیقت انسان نمبر

2 2008ء حقیقت علم نمبر

3 2009ء احیاء العلوم نمبر

4 2010ء دو قومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظامِ تعلیم نمبر

5 2011ء حقوقِ نسواں نمبر

6 2012ء یاجوج ماجوج نمبر

7 2013ء خصوصی اشاعت: الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

8 2014ء خصوصی اشاعت: جنوبی ایشیا میں ہندو مسلم نظریاتی کشاکش......

9 2015ء خصوصی اشاعت: حکمت اقبال ہی نظریۂ پاکستان ہے

خود مطالعہ کریں............دوستوں کو تحفہ دیں...........محدود تعداد میں دستیاب ہیں

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ

047-7630861-0336-6778561